ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

28

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
33واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

16 تا 22 محرم الحرام 1446ھ/23 تا 29 جولائی 2024ء

بالآخر مسلمان ہی کامیاب ہوں گے

ظالموں اور جباروں کو ہدایت نہیں ہوا کرتی۔ ﴿وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٨٦﴾﴾ (الاعراف) ''اور وہ ان (گمراہوں) کو چھوڑے رکھتا ہے کہ اپنی سرکشی میں پڑے بھٹکتے رہیں۔'' ان کی سرکشانہ ضلالت کچھ زمانے تک قائم رہے گی۔ کچھ مدت تک بندوں پر خدائی کرتے رہیں گے۔ آخر خدا کی حجت پوری ہوگی۔ اپنی روش تبدیل کرنے کے لیے انہیں متعدد موقعے دیئے جائیں گے' مہلت دی جائے گی، مگر ان کے استبداد میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ انجام کار سب کے سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ حکومت جاتی رہے گی۔ سطوت و عزت فنا ہو جائے گی۔ نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ دنیا میں خدا کی بادشاہی قائم ہوگی۔ اور پھر انہی مظلوموں کو برکات الٰہی نصیب ہوں گی' جن کی آزار رسانی میں ایک دنیا کو مزہ آرہا ہے۔

فنا استبداد کے بعد مسلمان کامیاب ہوں گے۔ ان پر خدا کی رحمت نازل ہوگی۔ زمانہ بھر کی نعمتوں سے مستفید ہوں گے۔

نگارشات آزاد
مولانا ابوالکلام آزادؒ

غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کو 290 دن گزر چکے ہیں!
کل شہادتیں: 39000 سے زائد، جن میں بچے: 16160، عورتیں: 12120 (تقریباً)۔ زخمی: 90510 سے زائد

اس شمارے میں

آپریشن نہیں، مرہم کی ضرورت ہے....

امیر سے ملاقات (29)

......وگرنہ یہ عدل ادھورا ہے!

تحریک انصاف پر پابندی: چند سوالات

جرائم کا سرچشمہ: حکومت اور نظام

اسلام اور طہارت

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1093

انبیاءِ کرام علیہم السلام کے مشن کا اہم جزو: دعوت و تبلیغ

سُورۃُ القَصص — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیت:46

وَمَا کُنۡتَ بِجَانِبِ الطُّوۡرِ اِذۡ نَادَیۡنَا وَلٰکِنۡ رَّحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴۶﴾

آیت:۴۶ ﴿وَمَا کُنۡتَ بِجَانِبِ الطُّوۡرِ اِذۡ نَادَیۡنَا﴾ ’’اور نہ آپؐ (اُس وقت) طور کے پاس موجود تھے جب ہم نے (موسیٰؑ کو) پکارا تھا‘‘

﴿وَلٰکِنۡ رَّحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ﴾ ’’بلکہ یہ سب رحمت ہے آپؐ کے رب کی طرف سے تاکہ آپؐ اس قوم کو خبردار کریں جس کی طرف آپؐ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا‘‘

قریشِ مکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کم و بیش تین ہزار برس کا عرصہ بیت چکا تھا‘ جس میں اس قوم کی طرف نہ کوئی نبی اور رسول آیا اور نہ ہی کوئی کتاب بھیجی گئی۔ اس کے برعکس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل (بنی اسرائیل) میں نبوت کا سلسلہ لگاتار چلتا رہا اور انہیں زبور‘ تورات اور متعدد صحائف بھی عطا کیے گئے۔ بلکہ بنی اسرائیل میں چودہ سو برس کا ایک عرصہ ایسا بھی گزرا جس کے دوران ان میں ایک لمحے کے لیے بھی نبوت کا وقفہ نہیں آیا۔ بہر حال ایک طویل عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنو اسماعیلؑ کو خبردار کرنے کے لیے ان کی طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور رسول بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

﴿لَعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴۶﴾﴾ ’’شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔‘‘

درس حدیث

دنیا اور عورتوں کے فتنے سے بچنے کی تاکید

عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدِ الۡخُدۡرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِنَّ الدُّنۡیَا حُلۡوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللہَ مُسۡتَخۡلِفُکُمۡ فِیۡهَا فَیَنۡظُرُ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ فَاتَّقُوا الدُّنۡیَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتۡنَۃِ بَنِیۡ اِسۡرَائِیۡلَ کَانَتۡ فِی النِّسَاءِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک دنیا شیریں اور ہری بھری چیز ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ پس وہ دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے زندگی گزارتے ہو۔ پس بچو دنیا (کی محبت) سے اور بچاؤ اختیار کرو عورتوں سے۔ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں ہی کا تھا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو زینت دی ہے انسانوں کی آزمائش کے لئے‘ لہٰذا ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ صرف چند دن استعمال کے لئے ہے‘ دل لگانے اور جمع کرنے کے لئے نہیں‘ کیونکہ یہ ساتھ دینے والی نہیں۔ اسی طرح کا معاملہ انسانوں کے باہمی تعلق کا ہے کہ یہ بھی آزمائش کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد و زن میں باہم کشش رکھی ہے۔ لیکن اگر اس تعلق ہی کو زندگی کا مقصد سمجھ لیا جائے تو یہ فتنہ ہے جو ناکامی اور فساد کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ جیسے آج عورت مرد کے اعصاب پر سوار ہے اور مرد اس کی دلجوئی کی خاطر احکامِ دین سے روگردانی کو معمولی بات سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فتنے سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین!

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

16 تا 22 محرم الحرام 1446ھ جلد 33
23 تا 29 جولائی 2024ء شمارہ 28

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: خورشید انجم
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mall:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
خورشید انجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپریشن نہیں، مرہم کی ضرورت ہے......

انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے آغاز میں خلافت کا ادارہ ایک ایسے پودے کی مانند ہو گیا تھا جس کی جڑ سوکھ چکی ہو اور پتے زرد ہو چکے ہوں۔ اس کی نشوونما ایک عرصہ سے تعطل کا شکار تھی۔ 3 مارچ 1924ء کو ترکِ نادان نے خلافت کی قبا چاک کر دی گویا اس پودے کو ہی اُکھاڑ پھینکا۔ عالم کفر کے لیے یہ ایک عظیم فتح کا دن تھا۔ اُسے جشن منانے کا حق تھا۔ دُکھ اور تکلیف دہ امر یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو احساس ہی نہ ہوا کہ وہ کس قدر عظیم سانحہ سے دوچار ہو گئے ہیں۔ خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ اور مغربی تہذیب کے متاثرین مسلمانوں کا تاثر یہ تھا کہ یہ ادارہ کھوکھلا ہو چکا تھا تب اِسے خود سلطنت عثمانیہ کے ورثاء نے دھتکار دیا ہے۔ مصطفیٰ کمال پاشا جو اتاترک کہلواتے تھے، اُنہوں نے اس سے لاتعلقی بلکہ واضح الفاظ میں اس کے خاتمے کا اعلان کر دیا ہے تو دور دراز کے مسلمانوں کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ اس کا غم کھائیں۔ البتہ صرف برصغیر کے مسلمانوں نے اِس شکستگی کا درد محسوس کیا اور سچی بات یہ ہے کہ گہرائی سے کیا۔ برصغیر کے مسلمانوں نے ایسی زوردار احتجاجی تحریک چلائی کہ ہندو جماعت کانگرس کو محسوس ہوا کہ اگر وہ اس تحریک سے لاتعلق رہے گی تو برصغیر کے عوام اُسے رد کر دیں گے اور ان کی انگریز کے خلاف آزادی کی تحریک بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ لہٰذا مہاتما گاندھی نے تحریک خلافت میں خواہی نخواہی حصہ لینے کا اعلان کر دیا۔ جہاں تک برصغیر کے مسلمانوں کا معاملہ ہے حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ اُن کا مذہب سے عملی تعلق قابل رشک نہیں ہے، البتہ اُنہیں مذہب سے شدید جذباتی لگاؤ ہے۔ یہ تحریک اُس جذباتی تعلق کا نتیجہ تھی۔ ہمیں حیرت اُن مغرب زدہ مسلمانوں پر ہے جو اس ادارے کے خاتمے کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے تھے۔ یہ درست ہے کہ مغربی قوتیں خلافت عثمانیہ کو انتہائی کمزور کرنے میں کامیاب ہو چکی تھیں اور اِس کی رِٹ قریباً ختم ہو چکی تھی۔ لیکن اس کی اہم وجہ مسلمانوں کی اپنی عیش پرستی اور کم کوشی بھی تھی لیکن وہ بھول گئے کہ اس ادارے کی ایک علامتی (symbolic) حیثیت بھی تھی۔ کاش! اس ادارے کی علامتی پوزیشن کو یہ مسلمان ایلیٹ حاکم انگریز سے ہی سیکھ لیتے۔ بہر حال آج ادارۂ خلافت کو منہدم ہوئے سو برس گزر چکے ہیں اور امتِ مسلمہ ایک اجتماعیت کی بجائے 57 ٹکڑوں (مسلم ممالک) میں بٹی ہوئی ہے۔

ہم اپنے قارئین کو ایک تاریخی واقعہ سنائے دیتے ہیں تاکہ وہ جان سکیں کہ انگریز ادارہ خلافت کی اہمیت سے کس قدر واقف تھا۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اسیر مالٹا جب قید میں تھے، دورانِ اسیری ایک روز اُن کی انگریز سپرنٹنڈنٹ جیل سے ملاقات ہوئی۔ مولانا نے اس سے کہا کہ آپ لوگ کیا ہمارے ادارہ خلافت کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ یہ ادارہ انتہائی لاغر اور کمزور ہو چکا ہے۔ اِسے رہنے دیں جیسا تیسا ہے چلتا رہے، تو وہ انگریز ہنس کر بولا: مولانا اتنے بھی بھولے نہ بنیں۔ میں بھی جانتا ہوں اور آپ بھی

خوب واقف ہیں کہ ادارہ خلافت کی کیا اہمیت ہے؟ ہم اسے ختم کر کے رہیں گے۔اس کا نام ونشان تک نہیں رہنے دیں گے۔

آج امتِ مسلمہ بدترین ذلت اور رسوائی کا شکار ہے۔جس طرف بھی نظر دوڑائیں مسلمان کا خون ارزاں دکھائی دیتا ہے۔غزہ پر اسرائیل کی مسلسل وحشیانہ بمباری کو شروع ہوئے تقریباً ساڑھے نو ماہ ہو چکے ہیں۔مقبوضہ کشمیر پر بھارتی تسلط کو پون صدی گزر چکی ہے اور بھارت نہ صرف کشمیر کے مسلمانوں پر بدترین ظلم وستم ڈھا رہا ہے بلکہ بی جے پی کے گزشتہ دو ادوارِ حکومت کے دوران خود بھارت کے مسلمانوں پر بھی زمین تنگ کر دی گئی ہے۔حالیہ بھارتی الیکشن میں اکھنڈ بھارت اور ہندوتوا کا سرخیل نریندر مودی تیسری مرتبہ برسراقتدار آ چکا ہے۔میانمار کے تقریباً دس لاکھ روہنگیا مسلمان بنگلہ دیش میں در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔اس سے قبل افغانستان، عراق اور لیبیا کی ''دہشت گردی کے خلاف (نام نہاد) جنگ'' کی آڑ میں اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔عربوں کی بات کریں تو ہر گزرتے دن کے ساتھ ''حب الدنیا و الکراھیۃ الموت'' کی تصویر دکھائی دے رہے ہیں۔مسلم ممالک میں سے اکثر باہم دست وگریباں نظر آتے ہیں۔

جہاں تک مملکتِ خداداد پاکستان کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ 14 اگست 1947ء کو جدید دنیا جس کی داغ بیل سیکولرازم اور بے خدا و بے دین ریاست کی بنیاد پر رکھی گئی ہے اُس نے سقوطِ خلافتِ عثمانیہ کے بعد پہلی بار یہ نعرہ سنا "Sovereignty Belongs to God alone" اس سے نظریۂ پاکستان پر مہر تصدیق ثبت ہوگئی۔قوم کی سمت کا تعین ہوگیا۔دنیا کو بتا دیا گیا کہ ریاست پاکستان کا مذہب اسلام ہوگا اور پاکستان اسلامی فلاحی ریاست بنے گا۔لیکن مفاد پرست سیاست دانوں نے گاڑی پٹڑی پر چڑھنے نہ دی۔لیاقت علی خان کو شہید کر دیا گیا۔آج تک سول بیوروکریسی، ملٹری بیوروکریسی اور سیاست دان پاکستان میں قراردادِ مقاصد کے عملی نفاذ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔چند سال پہلے تک اسلام کے نفاذ کا نعرہ ایک انتخابی نعرہ بنا رہا۔آج کا سیاست دان اور پارلیمنٹ کے ارکان اب اس کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔حکمران تو اس حوالے سے کبھی بھی سنجیدہ نہیں تھے۔اب عوام کو بھی چپ لگ گئی ہے۔ساری قوم حال مست مال مست ہے۔منہ سے جو چاہے کہیں ہم مسلمانانِ پاکستان شب وروز کی جدوجہد صرف اور صرف اس مادی دنیا کے لیے کرتے ہیں۔

گویا اپنی قوتوں کو مجتمع کرنے کی بجائے ہم تقسیم در تقسیم کا شکار ہیں۔

گزشتہ دنوں نیشنل ایکشن پلان کی ایپکس کمیٹی کے اجلاس میں سول اور عسکری قیادت کی جانب سے 'عزمِ استحکام' کے نام سے فوجی آپریشن شروع کرنے کا اعلان کیا گیا جو کہ ہمارے نزدیک ملک کے امن وامان کے لیے مزید تباہ کن ثابت ہوگا۔حقیقت یہ ہے کہ ایک طویل عرصہ تک امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بنے رہنے کے باعث ملک میں نفرتیں بڑھیں اور پاکستان کو تقریباً دو دہائیوں تک بدترین دہشت گردی کا سامنا کرنا پڑا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ دہشت گردی کے عفریت کا دوبارہ سر اُٹھانا انتہائی تشویش ناک ہے اور دہشت گردوں اور اُن کے اندرونی اور بیرونی سہولت کاروں کو منطقی انجام تک پہنچانا ضروری ہے لیکن ماضی کے فوجی آپریشنز میں بھی اصل اور بڑا نقصان ملک کے پُرامن شہریوں کا ہی ہوا۔وہ نفرتیں جو ڈمہ ڈولہ میں مدرسہ کے 80 حفاظ طلبہ کو ڈرون حملہ میں شہید کیے جانے، سانحہ لال مسجد اور ان جیسے دیگر اندوہناک واقعات کے باعث پیدا ہوئیں اُنہیں بارود کے استعمال سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔پھر یہ کہ آپریشن کی آڑ میں امارت اسلامیہ افغانستان کی سرزمین کو نشانہ بنانا ملکی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔اس سے پاکستان کی مشرقی سرحد کے ساتھ ساتھ مغربی سرحد بھی غیر محفوظ ہوجائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ دہائی کے دوران دو فوجی آپریشنز کے باعث خیبر پختونخوا میں لاکھوں کی تعداد میں افراد بے گھر ہوئے اور بڑی تعداد میں آبادیاں صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں۔لہٰذا ہمارا سوچا سمجھا مؤقف ہے کہ آج ملک کے ناراض طبقوں کے زخموں پر مرہم رکھنے کی ضرورت ہے۔تمام افراد اور ادارے اپنی ماضی کی کوتاہیوں کو تسلیم کر کے نقصان کی تلافی کی کوشش کریں۔ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھا جائے اور عالمی طاقتوں کے کھیل میں ملکی مفاد کو داؤ پر نہ لگایا جائے۔تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے مذاکرات کا راستہ اپنایا جائے۔حکومت اور ریاستی اداروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ریاست کی رٹ قائم کرنے کے لیے طاقت کا بے دریغ استعمال کبھی فائدہ مند نہیں ہوتا۔صرف جرم میں ملوث افراد کے خلاف آئین وقانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے کارروائی کی جائے۔حقیقت یہ ہے کہ پاکستان نظریۂ اسلام کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا اور اس میں بسنے والے تمام لوگوں اور جغرافیائی اکائیوں کو جوڑنے والی واحد قوت آج بھی اسلام ہی ہے۔لہٰذا نفرتوں کو ختم کرنے اور ملک میں امن وامان کی صورتحال کو بحال کرنے کے لیے ناگزیر ہے کہ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے۔ ❀❀❀

جو زندہ اسلام کو دیکھنا چاہتے ہیں وہ غزہ کے اہلِ ایمان کو دیکھیں جو اسلام کے لیے شہادتیں پیش کر رہے ہیں،

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا ہر امتی کی ذمہ داری ہے اور اس کو ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ دینی اجتماعیت کے ساتھ منسلک ہو جائیں،

اگر قوم اپنے حقوق کے لیے، مہنگائی کے خلاف سڑکوں پر نکل سکتی ہے تو کیا شریعت کے نفاذ کے لیے، منکرات کے خاتمے کے لیے، ظلم کے نظام کے خلاف میدان میں نہیں آنا چاہیے؟

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم واحباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

سوال: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو لوگوں کے لیے ایک نمونہ بنا کر پیدا کیا تا کہ لوگ ایک زندہ اسلام دیکھیں۔ آج کے اس عظیم فتنوں کے دور میں اللہ تعالیٰ ایسا شخص کیوں نہیں بھیجتا؟ (مدثر خان)

امیر تنظیم اسلامی: بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو نمونہ بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے آخری رسول محمد ﷺ کو بنا کر بھیج دیا اور ان کو جو کتاب عطا کی وہ بھی محفوظ ہے اور ان کا جو اُسوہ ہے وہ بھی قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا گیا۔ لہٰذا اب مزید کسی پیغمبر کے بھیجے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صرف انفرادی سطح پر اسلام پر عمل کر کے ہی نہیں دکھایا بلکہ ایک نظام عدل اجتماعی قائم کر کے بھی دکھایا۔ آج بھی اسلام کی بنیادی تعلیمات کہیں نہ کہیں زندہ ہیں۔ مثال کے طور پر پوری دنیا کے کسی بھی کونے میں مسلمان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اس کے کان میں اذان کہتا ہے۔ اسی طرح پوری دنیا میں مسلمان ظہر کی نماز میں چار فرض پڑھے گا، نہ پانچ، نہ تین۔ حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے مگر حضور ﷺ کا اُسوہ آج بھی زندہ ہے۔ اگر اُمتی عمل کرنا چاہے تو اس کو بہت زیادہ تلاش کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ حضور ﷺ کی زندگی کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں کوئی عمل ایک ہی مرتبہ کیا تو وہ بھی آج ریکارڈ پر موجود ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم ایک کھلی اور زندہ کتاب کے طور پر قیامت تک کے لیے ہمارے پاس موجود ہے۔ پہلے رسول اور نبی کسی ایک قوم یا علاقے میں آتے تھے اور دنیا کے کسی دوسرے علاقے یا قوم میں بھی رسول یا نبی کی ضرورت ہوتی تھی کیونکہ کمیونیکیشن کے چینلز نہیں تھے۔ کبھی ایک پیغمبر آئے اور چلے گئے لیکن ان کی تعلیم دنیا سے مسخ ہو گئی یا اس میں تبدیلی واقع ہو گئی تو نئے رسول اور کتاب کی ضرورت پیش آتی تھی لیکن رسول اللہ ﷺ چونکہ آخری نبی ہیں اس لیے آپ ﷺ کا معاملہ مختلف تھا۔ فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الانبیاء) ''اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔''

مرتب: محمد رفیق چودھری

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (سبا) ''اور ہم نے آپ کو جو بھیجا ہے تو صرف سب لوگوں کو خوشخبری اور ڈر سنانے کے لیے''۔

یعنی آپ ﷺ کی نبوت و رسالت گلوبل ہے۔ آپ ﷺ قیامت تک کے لیے تمام انسانوں کے لیے پیغمبر اور رحمت ہیں۔ آپ ﷺ کی رسالت اس دور میں بھی موجود ہے جب پوری دنیا کے آپس میں رابطے ہیں، دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ہر آن خبر پہنچتی ہے۔ جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس وقت بھی چین اور دور دراز سے قافلے جدہ تک آتے تھے۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی اور اس میں جو لکڑی استعمال ہوئی وہ روم کے بحری جہاز کی لکڑی تھی جو جدہ کے ساحل پر تھا۔ اسی طرح پچھلی جتنی بھی کتابیں نازل ہوئیں ان میں لوگوں نے تبدیلیاں کر دیں لیکن قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے محفوظ فرما دیا کیونکہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے دین کی تکمیل کا اعلان کر دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدہ: 3) ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے۔''

دین مکمل ہو گیا، کتاب قیامت تک کے لیے محفوظ ہو گئی، آپ ﷺ کا اُسوہ بھی قیامت تک کے لیے محفوظ ہے لہٰذا اب کسی نئے نبی یا رسول کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ جو زندہ اسلام دیکھنا چاہتا ہے تو وہ آج بھی ان لوگوں کی زندگیوں میں دیکھ سکتا ہے جو اسلام کے لیے شہادتیں پیش کر رہے ہیں۔ آج اگر غزہ کے بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور مردوں نے اسلام پر استقامت کا مظاہرہ پیش کیا ہے تو ایک طرف عالمی ضمیر جاگا ہے اور دوسری طرف لوگ ان کی استقامت کو دیکھ کر اسلام لا رہے ہیں۔ آسٹریلیا کی 50 خواتین نے غزہ کی عورتوں کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح انفرادی سطح پر جو لوگ زندہ اسلام دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ نماز جیسی عبادت کو دیکھ لیں۔ جمعہ و حج کے اجتماعات دیکھ لیں۔ البتہ اجتماعی سطح پر جو اسلام کا مکمل نظام ہے اس کے قیام کے لیے جدوجہد ہر مسلمان پر فرض ہے۔

سوال: میں اس وقت چائنہ میں مقیم ہوں اور پی ایچ ڈی کے اختتامی مراحل طے کر رہا ہوں۔ ایک دفعہ ڈاکٹر اسرار احمد مرحومؒ نے فرمایا تھا کہ جب تک انسان اپنی ذات پر خلافت قائم نہ کر لے تو وہ زمین میں خلافت قائم کرنے کی جدوجہد کا بھی اہل نہیں ہو سکتا۔ میرا سوال یہ ہے کہ آج کے اس پُرفتن دور میں ہم کیسے اپنے آپ کو نفسانی خواہشات و گناہوں سے محفوظ رکھیں اور کیسے اپنے اوپر

دین کو قائم کریں۔ اگرچہ دل میں بے پناہ خواہش بھی ہو کہ ہم اللہ کی زمین میں خلافت قائم کرنے کے لیے جدوجہد میں شامل رہیں، لیکن بتقاضائے بشری گناہ سرزد ہو جاتے ہوں تو کیا ہم کسی بھی صورت میں خلافت قائم کرنے کی جدوجہد میں شمولیت اختیار کرنے کے اہل نہیں ہیں؟ (محمد ابوبکر، چائنہ)

امیر تنظیم اسلامی: قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾﴾ (النحل) ”یقیناً اللہ اہل تقویٰ اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔“

ڈاکٹر اسرار احمدؒ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہم دین کے غلبے، نظام خلافت کے قیام اور کلمہ کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرنا چاہتے ہیں تو اس کا آغاز اپنی ذات سے کرنا ہوگا، کیونکہ اللہ کی مدد اور نصرت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، باغیوں اور سرکشوں کے لیے اللہ کی مدد نہیں آتی۔ اسی طرح اجتماعی سطح پر اللہ کی مدد کے حصول کے لیے قرآن میں ارشاد ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾﴾ (محمد) ”اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔“

ڈاکٹر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ دین کی جدوجہد بڑی پاکیزہ جدوجہد ہے۔ اس کے لیے افراد بھی وہ درکار ہیں جن کا کردار پاکیزہ ہو۔ ناپاک قسم کے لوگوں کے لیے اللہ کی نصرت کا وعدہ نہیں۔ البتہ ایک پہلو کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ انبیاء کے بعد کوئی بھی معصوم نہیں ہے۔ انسان سے خطا ہو سکتی ہے۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے:

”تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار وہ ہیں، جو کثرت سے توبہ کرتے ہیں“۔

خطا ہو جائے تو اب پہلا کام توبہ کرنا ہے اور پھر صراط مستقیم پر چلنے کی کوشش کرنا ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے جو قرآن ہمیں بتاتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾﴾ (توبہ) ”اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں کی معیت اختیار کرو۔“

اپنے آپ کو خیر اور نیکی کے ماحول سے جوڑنے، دینی اجتماعیت میں آنے سے بندے میں اصلاح کا احساس پیدا ہوگا اور وہ کردار کے لحاظ سے بہتری کی طرف گامزن ہوگا اور غلبہ دین کی اجتماعی جہد و جہد میں بھی آگے بڑھے گا جو ہم پر فرض ہے۔ اس فرض کو ادا کیے بغیر نجات ممکن ہی نہیں۔ جیسے سورۃ العصر میں فرمایا:

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾﴾ ”سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔“

اگر آخرت کے دائمی خسارے سے بچنا ہے تو ایمان بھی ضروری ہے، اعمال صالح بھی ضروری ہیں، مل جل کر حق کی وصیت کرنا، اقامت دین کی جدوجہد کرنا بھی ضروری ہے۔ پھر اس راستے میں جو مشکلات آئیں گی، جو تکالیف اور آزمائشیں آئیں گی ان میں مل جل کر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا بھی ضروری ہے۔ اس تناظر میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی انسان کہے کہ میں اقامت دین کی جدوجہد نہیں کر سکتا۔ اُخروی خسارے سے بچنے کے لیے اُسے ہر صورت میں یہ فریضہ ادا کرنا ہے۔ اس ارادے کے ساتھ بندہ جب کھڑا ہو تو اللہ اس کی مدد کرے گا۔ حدیث میں ہے کہ اگر کوئی بالشت بھر اللہ کی طرف آتا ہے تو اللہ ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہے، اگر کوئی ایک ہاتھ اللہ کی طرف بڑھتا ہے تو اللہ اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہے۔ اگر کوئی چل کر اللہ کی طرف آتا ہے تو اللہ دوڑ کر اس کی طرف آتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شیطان وسوسے ڈالتا ہے۔ اس سے بچنے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے ہر نماز کے بعد آیت الکرسی، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے لیے اس کا اہتمام بھی ضروری ہے تاکہ انسان اقامت دین کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے کوشش جاری رکھ سکے۔

> **ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ سیاست کا اصل اصول یہ ہے کہ زمین کا خالق، مالک اور حاکم اللہ ہے لہٰذا زمین پر حکم بھی اسی کا چلنا چاہیے۔**

سوال: اس وقت یورپ اور امریکہ میں لاکھوں مسلمان آباد ہو چکے ہیں۔ ان کا سارا پیسہ وہاں بینکوں میں ہی ہوتا ہے۔ بینک اس پیسے کو سودی کاروبار میں لگاتے ہیں اور کچھ سودی منافع ان مسلمانوں کو بھی دے دیتے ہیں۔ اس طرح نہ چاہتے ہوئے بھی لوگ سود میں ملوث ہوتے ہیں۔ اس کا کوئی قابل عمل حل بتائیں؟ (صدیق، امریکہ)

امیر تنظیم اسلامی: پہلی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ مسلم ممالک کو چھوڑ کر غیر مسلم ممالک میں آباد ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں، یہ اپنی جگہ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے لیکن جہاں تک بینکوں کا مسئلہ ہے تو اس وقت کوئی بھی مسلم ملک ایسا نہیں ہے جس میں بینک سودی کاروبار نہ کرتے ہوں۔ اس صورت میں عارضی حل یہ ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ کھول لیں جس میں آپ کو سود نہیں ملے گا۔ سودی اکاؤنٹ کھولنے سے پرہیز کریں کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ کئی غیر مسلم ممالک میں مسلمان زیادہ کرائے پر رہ لیتے ہیں لیکن مارگیج پر مکان حاصل نہیں کرتے۔ یعنی جو سود سے بچنے کی کوشش کرنا چاہے تو وہ یورپ اور امریکہ میں بھی کر سکتا ہے اور اگر کوئی نہ بچنا چاہے تو وہ پاکستان اور کسی بھی مسلم ملک میں نہیں بچ سکتا۔

سوال: بینک تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو صرف کنونشنل بینکنگ کر رہے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو کنونشنل ہیں لیکن ساتھ اسلامک بینکنگ کی ونڈو بھی کھولی ہوئی ہے۔ تیسرے وہ ہیں جو اسلامی بینک کہلاتے ہیں اور انہوں نے کچھ فتاویٰ بھی حاصل کر رکھے ہیں کہ ان کا بینک سسٹم اسلام کے مضاربت اور مشارکت کے اصولوں کے مطابق ہے اور اس میں سودی کاروبار نہیں ہے۔ کیا یہ ترجیح نہیں ہونی چاہیے کہ سب سے پہلے کنونشنل بینکنگ سے جان چھڑائی جائے اور اگر بہت ہی ضروری ہو تو وہاں اکاؤنٹ کھلوایا جائے جہاں گرے ایریا (Grey Area) کم ہو؟

امیر تنظیم اسلامی: جہاں تک مروجہ اسلامی بینکنگ کا تعلق ہے تو اس حوالے سے علماء میں اختلاف ہے۔ اگر ایک طرف حلال ہونے کے فتاویٰ ہیں تو دوسری طرف حرام کی بات بھی موجود ہے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو مفتی صاحب کے فتویٰ کے مطابق اسلامی بینکنگ سے استفادہ کر رہے ہیں لہٰذا یہ مفتی صاحب اور ان کے رب کا مسئلہ ہے تو ایسے لوگوں سے یہ بھی پوچھا جائے کہ پردے، شادی بیاہ اور وراثت کے مسائل میں بھی آپ مفتی صاحب کے فتاویٰ کی اسی طرح پیروی کر رہے ہیں؟ دیگر شرعی احکام اور دین کے تقاضوں کے متعلق بھی آپ

نے مفتی صاحب سے معلوم کیا ہے؟ اگر میں ایک خاص مطلب کے پہلو کے اعتبار سے تو فتویٰ لے رہا ہوں جبکہ دیگر دینی تقاضوں اور شرعی احکام کی میں دھڑلے سے خلاف ورزی کر رہا ہوں تو کہیں میں دین کے حصے بخرے تو نہیں کر رہا؟ ایسی صورت میں سورۃ البقرۃ کی یہ آیت ذہن میں رہنی چاہیے:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ﴾ (آیت:85) ''تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟''

اس حوالے سے تنظیم اسلامی کی شوریٰ میں اڑھائی تین گھنٹے مشاورت ہوئی۔ دونوں طرف کے علماء کے فتاویٰ بھی ہم نے لیے، ماہرین کی آراء بھی لیں اور اس کے بعد ہماری شوریٰ میں احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات طے کی گئی کہ ہم احتیاط کا پہلو اختیار کریں گے۔ ان میں یہ حدیث بھی ہے کہ جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور جو غیر مشکوک ہے اس کو اختیار کرلو۔ یعنی تنظیم اسلامی کے فورم پر یہ رائے قائم کی گئی کہ اگر اسلامی بینک میں کوئی کرنٹ اکاؤنٹ کھولتا ہے تو ٹھیک ہے لیکن اگر کوئی وہاں انوسٹمنٹ کرنا چاہتا ہے یا جاب کرنا چاہتا ہے تو اس کی اجازت ہم اپنے رفقاء کو نہیں دیتے۔ باقی کچھ حضرات اگر ان علماء کے فتوے پر عمل کرتے ہیں جو اسلامی بینکنگ کے حق میں ہیں تو وہ ان کا اور ان کے رب کا معاملہ ہے۔ پوری دنیا میں سودی نظام ہی رائج ہے لہٰذا ہم اس کے اثرات سے بچ نہیں سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ سود کا دھواں تو ہر شخص ہی لے رہا ہو گا۔ ٹھیک ہے ہمارا کرنٹ اکاؤنٹ کھلا ہوا ہے، ہم سود نہیں لیتے لیکن اسی پیسے پر بینک سود لیتا ہے لہٰذا ہم بھی کسی نہ کسی طرح اس میں ملوث ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب فرماتے تھے کہ غلطی تو ہو رہی ہے مگر اس غلطی کا کفارہ یہ ہے کہ ہم اس نظام سے کم سے کم استفادہ کریں اور زیادہ سے زیادہ اس نظام کو بدلنے کی جدوجہد کریں تاکہ آج اگر موت آجائے تو کل اللہ کے سامنے معذرت پیش کر سکیں کہ اے میرے رب! میں نے اپنی طرف سے سود سے بچنے کی کوشش کی جس حد تک بچ سکتا تھا اس کے بعد میں نے تیرے دین کے غلبے کی جدوجہد کی۔ تو اسے کفارے کے طور پر قبول فرما۔

سوال: یہاں پر لوگ اپنی کمپنیوں اور مقامی حکومت سے پنشن لیتے ہیں جو سود کے پیسے سے آتی ہے۔ اس کے بغیر یہاں کوئی چارہ نہیں اس پر بھی رہنمائی فرمادیں؟

امیر تنظیم اسلامی: اللہ کے رسول ﷺ کی بڑی پیاری حدیث ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ لیں۔ البتہ اگر بعض کمپنیاں ملازم کی تنخواہ سے ہی کٹوتی کرتی ہیں اور ریٹائرمنٹ کے بعد وہی جمع شدہ پیسہ واپس لوٹاتی ہیں تو وہ معاملہ الگ ہے لیکن کلیتاً ایک سودی ادارے کا حصہ بننا اور پھر اس کے بعد اس کے بینیفٹس (Benefits) سے استفادہ کرنا، اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ اس حوالے سے علماء سے بھی فتاویٰ لیے جا سکتے ہیں۔

سوال: اسلامی تحریکیں اس وقت جگہ جگہ حکومتوں کے جبر و تشدد کی فضا میں سانس لے رہی ہیں۔ آپ کی نظر میں وہ کون سا مناسب ترین رویہ ہے جو اسلامی تحریکوں کو ان حکومتوں کے بارے میں اختیار کرنا چاہیے؟ (راحیل گوہر صدیقی، کراچی)

> **آج کے حکمران یزید سے بھی بدتر ہیں جو اللہ کی حدود کو نافذ نہیں کرتے بلکہ دین سے بغاوت اور سرکشی پر مبنی قوانین نافذ کرتے ہیں۔ کیا آج اُسوہ حسینی رضی اللہ عنہ پر عمل کی ضرورت نہیں ہے؟**

امیر تنظیم اسلامی: ماشاء اللہ! بہت قیمتی سوال ہے اور حالات سے مطابقت بھی رکھتا ہے۔ اللہ کے کلام سے پتا چلتا ہے کہ کسی بھی نبی کا دور ایسا نہیں گزرا جس میں اہل ایمان جبر کا شکار نہ رہے ہوں اور ان کی زندگی اجیرن نہ کی گئی ہو اور ان کو صبر کے مختلف مراحل سے گزرنا نہ پڑا ہو۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کا مکی دور بالخصوص اس جبر کی کیفیت میں گزرا ہے۔ دو تہائی قرآن تو مکی سورتوں پر مشتمل ہے جن میں حضور ﷺ کی سیرت بھی ہے اور پچھلے انبیاء کی سیرت اور ان کے دور کے واقعات بھی ہیں۔ گویا پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلامی تحریک کے جو بھی کارکن ہیں وہ اپنا تعلق قرآن حکیم سے مضبوط کریں۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں کا تحفہ عطا فرمایا جس کی ہر رکعت میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اور یاد دہانی ہوتی رہتی ہے۔ اس کے بعد سیرت رسول ﷺ میں ہمارے لیے نمونہ ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ فرماتی ہیں کہ جب مصائب تمہیں پریشان کریں تو میرے ابا جان ﷺ کو دیکھ لو کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جتنا اللہ کی راہ میں مجھے ستایا گیا کسی کو نہیں ستایا گیا۔ رہنمائی بھی آپ ﷺ کے اُسوہ سے لی جائے گی کہ ان حالات میں قرآن سے جڑے رہنا اور نماز اور صبر سے اللہ کی مدد حاصل کرنا ہے۔ حضور ﷺ راتوں کو اُٹھ کر رب کے حضور گڑگڑاتے تھے۔ دعائیں مانگا کرتے تھے۔ از روئے الفاظ قرآنی:

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝﴾ (الم نشرح) ''پھر جب آپ (فرائض نبوت سے) فارغ ہو جائیں تو اسی کام میں لگ جایئے۔ اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جایئے۔''

ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ اسلامی تحریک کے کارکنوں کو چاہیے کہ وہ قرآن کو اپنے دلوں میں اُتارنے کی کوشش کریں، اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا مطالعہ کریں اور صبر کے پہلو کو مدنظر رکھیں۔ اللہ پر مکمل بھروسا رکھیں اور ساتھ ساتھ اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔ قرآن میں فرمایا:

﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ﴾ ''اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔'' (العنکبوت:45)

پھر یہ کہ:

﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝﴾ (العصر) ''اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''

جب بندہ جماعتی زندگی اختیار کرتا ہے تو وہاں ہم خیال اور ہم مقصد لوگ ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کریں گے اور ایک دوسرے کے لیے تقویت کا باعث بنیں گے۔ صبر کے ان مراحل سے گزر کر ہی وہ لیڈنگ رول ادا کر سکیں گے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ اسلامی تحریکوں کو موجودہ حکومتوں کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے تو پاکستان میں اس وقت حکمران ہوں، جرنیل ہوں، اسٹیبلشمنٹ کے لوگ ہوں، سب کلمہ گو مسلمان ہیں۔ ہمارا کام ہے کہ ان کو حق کی دعوت دیں۔ پھر اگر دیکھا جائے تو اس مملکت خداداد پاکستان میں اقامت دین کی جدوجہد کے مواقع دنیا میں سب سے زیادہ ہیں۔ اگر اب بھی ہم اپنا حصہ نہیں ڈال رہے تو ہمیں اور کس بات کا انتظار ہے۔ ہم مقتدر لوگوں کو دعوت حق دے سکتے ہیں کہ ہم سب محمد مصطفیٰ ﷺ کے اُمتی ہیں۔ اقامت دین کی جدوجہد جتنی ہمارے اوپر فرض ہے، اتنی آپ پر بھی فرض ہے۔ یہ ہمارا کوئی ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ ہم سب کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ فریضہ دعوت کے تحت ان کو یہ یاد دہانی کروانا ضروری ہے۔ پھر ہو سکتا ہے انہی لوگوں میں سے کچھ لوگ اقامت دین کا ذریعہ بن جائیں۔ کبھی میدان اُحد میں 70 عظیم صحابہؓ شہید ہوئے

اورذریعہ خالد بن ولیدؓ بنے۔ بعد میں وہی خالدؓ سیف من سیوف اللہ قرار پائے جب ایمان اُن کے دل میں اُتر گیا۔ وہی عمر فاروق ؓ بعد میں غلبہ اسلام کا ذریعہ بنے جو کبھی تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف نکلے تھے۔

سوال: جدید دور کے لیے اسلام کا اجتماعی فلسفہ حیات کیا ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: لفظ جدید جب بھی آتا ہے تو یہ اپنی جگہ ایک سوالیہ نشان بن جاتا ہے۔ جدید فلسفہ حیات صرف اسلام ہے۔ قرآن قیامت تک کے لیے ہدایت ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ قیامت تک کے لیے تمام انسانوں کے لیے سراپا رحمت وہدایت ہیں۔ دین مکمل ہے۔ اب صرف اجتہادی مسائل پیش آئیں گے اور کتاب وسنت کے اصول اور دلائل کو سامنے رکھ کر اجتہادی بصیرت رکھنے والے اہل علم ان کا حل پیش کر دیں گے۔ اسلام کا اصل اصول توحید ہے۔ اللہ کو ایک ماننا۔ اس کا لازمی تقاضا اللہ کی ماننا۔ یعنی میرے انفرادی معاملات میں بھی اللہ کا حکم نافذ ہو اور اجتماعی نظام زندگی میں بھی اللہ کا حکم ہر چیز پر بالادست ہو۔ اجتماعی زندگی کے تین گوشے ہیں۔ سیاست، معیشت اور معاشرت۔ اس موضوع پر محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے تفصیلی خطبات بھی موجود ہیں اور ان کا ایک کتابچہ بھی دین کا جامع تصور کے عنوان سے موجود ہے۔ توحید صرف عقیدے کا مسئلہ نہیں یا توحید کے مظاہر کا نظر آنا فقط چند انفرادی معاملات تک محدود نہیں ہے بلکہ توحید کے مظاہر کا نظر آنا سیاست، معیشت اور معاشرت میں بھی مقصود ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ سیاست کا اصل اصول یہ ہے کہ زمین کا خالق، مالک اور حاکم اللہ ہے لہٰذا زمین پر حکم بھی اسی کا چلنا چاہیے۔ بندے حاکم نہیں بلکہ بندوں کے لیے عبد کا لفظ آیا جس کے معنی ہیں تابعدار۔ اللہ کے نیک بندے زمین پر اللہ کے خلیفہ ہوں گے یعنی اللہ کا حکم نافذ کریں گے۔ یہ سیاست میں اصل اصول ہے جو توحید کا عکس ہے۔ اسی طرح معیشت کا پہلا اصول یہ ہے کہ سب کچھ اللہ کا ہے۔ آیت الکرسی میں ہم پڑھتے ہیں:

﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط﴾ ”جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُسی (اللہ) کا ہے۔“

ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کا ہے اور ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے۔ البتہ آزمائش کے لیے اللہ نے ہمیں اختیار دیا ہے کہ ہم اللہ کی مرضی کے مطابق وسائل کا استعمال کرتے ہیں یا اس سے سرکشی کرتے ہوئے من مانی کرتے ہیں۔ ہر شخص نے اس کے بارے میں اللہ کو جواب دینا ہے۔ اسی طرح معاشرت کا پہلا اصول یہ ہے کہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں، بڑائی کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ کسی نسل، جغرافیہ، زبان، رنگ کی وجہ سے کسی کو کسی پر کوئی امتیاز حاصل نہیں۔ اللہ کی نگاہ میں سب سے بڑھ کر عزت اس کے لیے ہے جو سب سے بڑھ کر اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔ آپ دیکھیں امریکہ اتنی بڑی جمہوریت ہے لیکن کالے اور گورے کا فرق وہاں بھی ختم نہ ہوسکا اور نسلی فسادات ہوتے ہیں۔ بھارت بھی جمہوریت کا دعوے دار ہے مگر برہمن اور شودر کی تقسیم ختم نہ ہوسکی۔ ان معاملات کا حل صرف اسلام کے پاس ہے۔ اسلامی فلسفہ حیات بنیادی طور پر توحید کی دعوت ہے۔ عقیدہ توحید کا عکس ہمارے انفرادی معاملات میں بھی نظر آنا چاہیے اور اجتماعی معاملات میں بھی۔

سوال: پوری امت مسلمہ میں اسرائیل کے خلاف شدید غصہ ہے جبکہ دوسری جانب امت کے حکمران اللہ کے دین سے رشتہ ناطہ توڑ کر اسرائیل اور دیگر اسلام دشمن قوتوں کی بندگی میں لگے ہوئے ہیں۔ شریعت کے مطابق جب تک حکمران کتاب وسنت کے مطابق فیصلے کریں گے ان کی اطاعت فرض ہے لیکن جب وہ اللہ کے دین سے غداری کریں تو پھر نہ ان کی سنی جائے گی اور نہ مانی جائے گی۔ کیا ہمارے حکمرانوں کا منافقانہ طرزِعمل مجاہدین کے موقف کو جواز فراہم نہیں کرتا؟ علماء ان سود پرست اور باطل پرست ریاستوں کے خلاف کیوں نہیں اٹھتے؟ (محمد بن حامد طیب، ہندوستان)

امیر تنظیم اسلامی: رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: ((لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق)) ”مخلوق کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس میں خالق کی نافرمانی ہو۔“ مسلم حکمران کہلانے کے مستحق وہی حکمران ہو سکتے ہیں جن کی ترجیح اول اسلام ہو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط﴾ (الحج: 41) ”وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔“

حکمرانوں کا نماز قائم کرنا عام آدمی کی طرح نہیں کہ مسجد میں جا کے بس نماز ادا کر لی بلکہ نماز کا پورا نظام قائم کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح جمعہ کا خطاب وقت کے حکمران یا اس کے نمائندے نے کرنا ہے۔ عیدین کا خطبہ حکمران یا اس کے نمائندے نے دینا ہے۔ اسی طرح ان کے ذمہ صرف زکوٰۃ دینا نہیں بلکہ زکوٰۃ کا پورا نظام قائم کرنا ہے۔ عشر کا پورا نظام قائم کرنا ہے۔ اسی طرح نیکی کے فروغ اور بدی کو روکنے کا پورا نظام قائم کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ سب سے بڑھ کر اسلام کا نفاذ مسلم حکمران کی ذمہ داری ہے۔ اس کے برعکس اگر حکمران شریعت کے خلاف کوئی حکم دیں گے تو لامحالہ ان کی بات کو نہیں مانا جائے گا۔ اگلا سوال یہ ہے کہ علماء ان باطل پرست حکمرانوں کے خلاف کیوں نہیں اُٹھتے؟ علماء بھی دو طرح کے ہیں: علماء حق اور علماء سو۔ علمائے سو تو ہر دور میں دربار سے وابستہ رہے ہیں۔ علماء حق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ان سے زمین کبھی خالی نہیں رہے گی۔ تعداد کے لحاظ سے کمی بیشی ہوسکتی ہے لیکن ہر دور میں ایسے علماء رہیں گے جو حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق بلند کریں گے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ بھی ادا کریں گے۔ آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ البتہ نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنے کے تین درجات حدیث میں بیان ہوئے ہیں: بدی کو دیکھو تو اپنے ہاتھ سے بدل دو، ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے بدلو، زبان سے بھی بدلنے کی طاقت نہیں ہے تو دل میں برا جانو۔ مسلم شریف کی روایت میں اس کے بعد فرمایا: یہ ایمان کا کمزورترین درجہ ہے۔ اگر آج ہم مسلم حکمرانوں کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ شریعت کے نفاذ کی کوشش نہیں کر رہے، وہ مسلمانوں پر ہونے والے ظلم کے خلاف آواز بلند نہیں کر رہے تو یہ غلط کر رہے ہیں۔ میڈیا کے ذریعے، مختلف ذرائع سے ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا اور حکمرانوں کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلانا ہم پر فرض ہے اور یہ فرض ہر مسلمان کا ہے، صرف علماء یا دینی جماعتوں کا نہیں کیونکہ قرآن کریم ہمیں یہ بتا رہا ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران: 110) ”تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے، تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے۔“

روزِ محشر میں نے خود اپنا جواب دینا ہے میری جگہ کوئی عالم جواب نہیں دے گا۔ امام قرطبیؒ کا بڑا پیارا قول ہے کہ جو امت والے کام کو انجام دینے میں اپنا حصہ نہیں ڈال رہا وہ

امتی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا ہر امتی کی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کو ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ دینی اجتماعیت کے ساتھ منسلک ہو جائیں۔ وہ جماعت جب یہ کام کرے گی تو میرا حصہ بھی اس میں شامل ہوتا چلا جائے گا۔ اگلی بات یہ ہے کہ امت اپنے حقوق کے لیے، مہنگائی کے خلاف سڑکوں پر نکل سکتی ہے تو کیا شریعت کے نفاذ کے لیے، منکرات کے خاتمے کے لیے، ظلم کے نظام کے خلاف اسے میدان میں نہیں آنا چاہیے؟ یہ مستقل دعوت تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے ہم پیش کرتے ہیں۔

سوال: ہم سب امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کو حق مانتے ہیں کیونکہ انہوں نے خلافت کو بچانے اور موروثی اور ملوکی بادشاہت سے نجات کے لیے تلوار کھینچی۔ آج جب ہمارے حکمران یزید سے بھی بدتر ہیں جو حدود تک نافذ نہیں کرتے۔ کیا آج اُسوہ حسینی پر عمل کی ضرورت نہیں ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: مختصراً یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے خروج کیا اور عزیمت کا راستہ اختیار کیا لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ وہ گھر کی خواتین اور بچوں کو بھی ساتھ لے کر گئے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ جنگ کے ارادے سے نہیں نکلے تھے۔ اسی لیے انہوں نے بعد میں جا کر کچھ آپشنز بھی دیے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مجھے سرحدوں کی طرف جانے کی اجازت دی جائے تاکہ میں جہاد میں حصہ لے سکوں۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے انہیں روکنے کی کوشش بھی کہ موجودہ حالات اس سفر کے لیے سازگار نہیں ہیں۔ ان میں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ بھی شامل تھے۔ ان کی نیتوں پر کوئی شبہ کرے تو اپنے ایمان کی خیر منائے۔ اجتہادی فیصلے میں اختلاف کی سند خود اللہ کے رسول ﷺ نے عطا فرمائی ہے کہ اجتہادی معاملے میں کوئی صحیح فیصلے پر پہنچے تو دہرا اجر اور کوئی صحیح فیصلے پر نہیں پہنچا تو ایک اجر عطا ہوگا۔ ہم ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سب کے سب خیر پر تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے لیے اُسوہ صرف نبی اکرم ﷺ کو قرار دیا گیا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: 21) ”(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے“

منہج انقلاب نبوی ﷺ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطبات کا یہ ایک متواتر موضوع رہا ہے۔ ایک اڑھائی گھنٹے کا خطاب رسول انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب کے موضوع پر بھی ہے۔ یہ دونوں کتابچوں کی صورت میں بھی موجود ہیں۔ مکہ مکرمہ کے 13 برس کے دوران 360 بت اللہ کے گھر میں رکھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ لیکن جب مکہ فتح ہو گیا تو سب سے پہلا کام ہی یہ کیا کہ ان بتوں کو توڑ دیا۔ اُسوہ رسولؐ کے اس پہلو پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ مسلمان حکمران اگر شریعت کی حدود کو پامال کر رہے ہوں تو ان کے خلاف خروج ہوسکتا ہے۔ اس پر علماء کی آراء موجود ہیں اور کچھ شرائط بھی ہیں جو احادیث اور آثار صحابہؓ کو مدنظر رکھتے ہوئے عائد کی گئی ہیں۔ وہ شرائط اگر پوری ہوں گی تو خروج کا معاملہ ہوگا ورنہ ہمارے ذمہ دعوت دینا اور آواز بلند کرنا ہے۔ قارئین اگر ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے کتابچے رسول انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب کا مطالعہ کریں تو وہاں امام ابو حنیفہؒ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی آراء پر مشتمل خروج کی تفصیل ان کو مل جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

❀❀❀

پروگرام ”امیر تنظیم سے ملاقات“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

پریس ریلیز 19 جولائی 2024ء

پاکستان کی سلامتی اور مقبوضہ کشمیر کی آزادی باہم جڑی ہوئی ہیں

شجاع الدین شیخ

پاکستان کی سلامتی اور مقبوضہ کشمیر کی آزادی باہم جڑی ہوئی ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ 19 جولائی 1947ء کو آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس نے سرینگر میں پاکستان کے ساتھ الحاق کی تاریخی قرارداد متفقہ طور پر منظور کی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قرارداد کی منظوری نے ثابت کر دیا تھا کہ کشمیری عوام کے دل پاکستان اور اہلِ پاکستان کے ساتھ دھڑکتے ہیں۔ لیکن 26 اکتوبر 1947ء کو کشمیر کے مہاراجہ ہری سنگھ نے کشمیری مسلمانوں کی خواہشات کے برخلاف اور عالمی استعماری قوتوں کو خوش کرنے کے لیے بھارت سے الحاق کا اعلان کر دیا جس کے بعد سے اب تک مسلمانانِ کشمیر قیامِ پاکستان کے ایجنڈا کی تکمیل کے لیے مسلسل قربانیوں کی عظیم داستان رقم کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ تیسری مرتبہ بھارتی وزیراعظم منتخب ہونے والے نریندر مودی کے مقبوضہ کشمیر کے حوالے سے عزائم انتہائی خطرناک ہیں لہٰذا اب محض ”یوم الحاق پاکستان“ منانے کی بجائے عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ 5 اگست 2019ء کو جب بھارت نے اپنے آئین کی شق 370 اور 35-A کو ختم کر کے مقبوضہ کشمیر کو بھارت میں ضم کر دیا تھا تو یہ پاکستان اور لائن آف کنٹرول کے دونوں اطراف بسنے والے کشمیری مسلمانوں کو کھلا چیلنج تھا۔ پھر یہ کہ انسانی حقوق کے علمبردار کہلانے والے مغربی ممالک اور بین الاقوامی ادارے بھارت کے 5 اگست 2019ء کے سفاکانہ اقدامات کے نہ صرف حامی بلکہ اس ظلم میں اُس کی شراکت دار بن چکے ہیں اور بھارت کے اس غیر انسانی اور بین الاقوامی قوانین کے سراسر خلاف طرزِ عمل کو رد کرنا تو دور کی بات ہے زبان سے بھی اُس کی مذمت کرنے کو تیار نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ افسوس کا مقام ہے کہ عالم اسلام کے اکثر ممالک بھارت سے تجارتی اور سفارتی مفادات کی توقع میں مظلوم کشمیریوں کی بجائے بھارت کے ہی حامی نظر آتے ہیں۔ اُنہوں نے حکومتِ پاکستان پر زور دیتے ہوئے کہا کہ جب تک بھارت 5 اگست 2019ء کے اقدام کو واپس نہیں لیتا بھارت کے ساتھ کسی قسم کے مذاکرات کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کلمہ طیبہ کی بنیاد پر وجود میں آیا لیکن پاکستان میں اسلامی نظام قائم نہ کیا گیا جس کی وجہ سے پاکستان کشمیریوں کے لیے ایک آئیڈیل ریاست نہ بن سکا۔ اگر پاکستان حقیقت میں اسلام کا قلعہ بن جائے تو وہ کشمیری جو ”پاکستان سے رشتہ کیا: لا الٰہ الا اللہ“ اور ”کشمیر بنے گا پاکستان“ کا نعرہ لگاتے ہیں اُن میں ایسا جوش اور ولولہ پیدا ہو جائے گا کہ دنیا کی کوئی طاقت کشمیر کی بھارت سے آزادی کو روک نہیں سکے گی۔ ان شاء اللہ! (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

......وگرنہ یہ عدل ادھورا ہے!

ایوب بیگ مرزا

Roscne-Pond یونیورسٹی آف شکاگو لا سکول اور UCLA سکول آف لا کے ڈین تھے۔ اُنہیں بیسویں صدی کا سب سے بڑا لا سکالر تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ”اگر ہم چاہتے ہیں کہ عدلیہ کچھ کرے تو اُسے کرنے کی آزادی بھی دینا ہوگی۔“ اُن کے مطابق عدلیہ کے کام میں قانون سازی کر کے بھی رکاوٹ نہیں ڈالی جاسکتی۔ قومی سلامتی اور ریاستی ڈھانچے کی مضبوطی کا راز بھی عدل سے منسلک ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک مشہور تاریخی واقعہ ہی کفایت کر جائے گا جب جنگ عظیم II کے دوران ونسٹن چرچل اچانک لندن ہائی کورٹ جا پہنچے اور چیف جسٹس سے دریافت کیا کہ کیا ہماری عدالتیں عوام کو انصاف فراہم کر رہی ہیں۔ مثبت جواب آنے پر چرچل نے جاری جنگ میں اپنی کامیابی کا زوردار نعرہ لگا دیا گویا عدل کا نفاذ ملکی تحفظ اور سلامتی کا ضامن بھی ہوتا ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ عدل کو اسلام کا کیچ ورڈ کیوں قرار دیا گیا اور یہ جو کہا گیا ہے کہ اسلام میں سے عدل کو نکال دیں تو باقی کچھ نہیں بچتا یہ قول کس قدر حقیقت پسندانہ ہے۔ قرآن کا ہر قاری جانتا ہے کہ اللہ نے اپنے کلام پاک میں عدل پر کتنا زور دیا ہے خود حضور ﷺ کے بعض ایسے فیصلے جو مسلمانوں کے خلاف اور غیر مسلموں کے حق میں گئے اور خلفائے راشدین کے دور میں قاضیوں کے مسلمان کے مقابلے میں غیر مسلم کے حق میں عادلانہ فیصلوں نے اسلام کو تقویت اور عالمگیر حیثیت دینے میں کلیدی رول ادا کیا۔ آج مملکتِ خداداد پاکستان سیاسی اور معاشی عدم استحکام اور افراتفری کا شکار ہے تو اُس کی صرف اور صرف وجہ یہ ہے کہ یہاں عدل عنقا ہے اور ظلم عام ہے۔ اگرچہ ملک غلام محمد کے دور سے یہاں عدل کی جگہ جبر اور ظلم نے لے لی تھی لیکن اپریل 2022ء سے جس طرح حکمران آئین اور قانون کو پاؤں تلے روند رہے ہیں اور اپنے ہی شہریوں کے خلاف ظلم وستم جس طرح رواں ہے، مہذب دنیا میں کوئی ایسی مثال نہیں ہے کہ کوئی حکومت اپنے ہی شہریوں کے ساتھ یہ سلوک کرتی ہو۔ لیکن حکمرانوں کا یہ ظلم وستم اب کچھ نتائج دینے لگا ہے۔ پہلا ردعمل 8 فروری کو عوامی سطح پر آیا جب طاقتوروں نے ایک جماعت کا نام ونشان مٹانے کی بھرپور کوشش کی، انتخابی نشان چھین کر اُسے جماعت کی حیثیت سے الیکشن میں حصہ نہ لینے دیا گیا۔ لیکن 8 فروری کو عوام نے جس طرح اُس جماعت کے منتشر نمائندوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ووٹ دیا وہ کسی بڑے سے بڑے جمہوری ملک کے عوام بھی نہ کر سکتے تھے۔ پاکستان کے عوام نے صحیح معنوں میں اس نعرے کو عملی جامہ پہنا دیا ”ظلم کا جواب ووٹ سے“ لیکن ابھی اور امتحان مطلوب تھے۔ عوام کو اپنی رائے کے نفاذ کے لیے ایک دریا عبور کرنے کے بعد ایک اور دریا کا سامنا تھا لہٰذا رات کے اندھیرے میں عوامی فیصلے کو فارم 45 سے فارم 47 پر منتقل کرتے ہوئے بدل دیا گیا۔ عوام روتے دھوتے رہے لیکن جبر کے سامنے بے بس تھے۔ لیکن یہ قانونِ فطرت ہے کہ ظلم وجبر سے معاشرے کے صالح اور فہمیدہ لوگوں میں ردعمل پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا پاکستان کی عدلیہ میں بعض نیک بختوں نے طاقت اور ظالم کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا شروع کیا اگرچہ ان نیک بختوں کے اپنے ہی ساتھی جنہیں اُن کے سربراہ کی حیثیت حاصل تھی، وہ نہ صرف ان باغیوں سے تعاون نہیں کر رہے تھے بلکہ ظالم حکمرانوں کا ساتھ نبھا رہے تھے اور نبھا رہے ہیں۔ اس پس منظر میں اسمبلیوں میں خصوصی نشستوں کے حوالے سے ایک مقدمہ سپریم کورٹ پہنچ گیا یہ ایک عام مقدمہ نہیں تھا تفصیل اس کی کچھ یوں ہے کہ پاکستان کے آئین کے مطابق پارلیمنٹ میں موجود تمام سیاسی جماعتوں کو اقلیتوں اور خواتین کی نشستوں کا کوٹہ ملتا ہے جسے وہ اپنی جماعت کے اقلیتی ممبروں اور خواتین میں اپنی مرضی سے تقسیم کرتے ہیں۔ سپریم کورٹ کے تین رکنی بنچ نے 13 جنوری کو ایک فیصلے میں پاکستان تحریک انصاف کو انتخابی نشان سے محروم کر دیا اور بقول چیف جسٹس پاکستان محترم قاضی فائز عیسیٰ، الیکشن کمیشن نے اُن کے فیصلے کو غلط معنی پہنا کر انتخابی نشان کے ساتھ ساتھ تحریک انصاف کو بطور جماعت انتخابات میں حصہ لینے سے ہی روک دیا۔ اور اُن کی مخصوص نشستیں ریوڑیوں کی طرح دوسری جماعتوں میں بانٹ دیں۔ یہ کیس سپریم کورٹ گیا جس نے 5-8 کا اکثریتی فیصلہ دیا کہ یہ تحریک انصاف کی نشستیں تھیں جو اُن ہی کو ملنی چاہییں۔ جس پر فریق جماعت نے بہت شور اٹھایا ہے بلکہ ہنگامہ برپا کیا ہے کہ تحریک انصاف کو وہ مل گیا ہے جس کا اُنہوں نے دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔ گویا اس حوالے سے اس فیصلے کو غلط قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ وہی سوال تھا جو دورانِ سماعت قاضی فائز عیسیٰ نے اٹھایا تھا جس کا بھرپور اور زوردار جواب تحریک انصاف کے وکیل سلمان اکرم راجہ نے دے دیا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں کسی کی بات نہیں کرتا، میں نے الیکشن میں اپنے آپ کو تحریک انصاف کا امیدوار قرار دیا تھا لیکن جب الیکشن کمیشن کسی کو تحریک انصاف کا امیدوار بنانے کو تیار ہی نہیں تھا تو پھر کسی کے پاس آزاد امیدوار رہنے کے سوا کیا چارہ تھا۔ اب ہم وہی حق مانگنے تو سپریم کورٹ حاضر ہوئے ہیں۔ سپریم کورٹ کے 13 میں سے 11 ججز نے جن میں قاضی فائز عیسیٰ بھی شامل ہیں مانتے ہیں کہ یہ سب کچھ الیکشن کمیشن کی غلطی کی وجہ سے ہوا۔ سپریم کورٹ کے 5-8 کے اکثریتی فیصلے کے علاوہ یہ تین ججز بھی مان گئے ہیں کہ تحریک انصاف پارلیمانی جماعت ہے، دوسرے آٹھ ججز سے اُن کا فرق یہ ہے کہ یہ تمام نشستیں اکیلی تحریک انصاف کو نہیں ملنی چاہییں بلکہ متناسب نمائندگی کی بنیاد پر تقسیم ہونی چاہییں۔ یہ بات الگ ہے کہ ان تین ججز کا یہ استدلال

درست ہے یا غلط۔ اصل بات یہ ہے کہ قاضی عیسیٰ سمیت اختلاف کرنے والے ججز نے حکمرانوں کی یہ بات تو رد کر دی ہے کہ تحریک انصاف کو وہ مل گیا ہے جو اُس نے مانگا بھی نہیں تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ جو ابہام پیدا ہوا تھا اُس کی وجہ تحریک انصاف کی غلطی نہیں تھی بلکہ الیکشن کمیشن کا 13 جنوری کے فیصلے کی غلط تشریح کا نتیجہ تھا۔ لہٰذا تحریک انصاف نے ہی اعلیٰ عدلیہ سے اپنا حق مانگا تھا جو اُنہیں دیا گیا۔ ان مضبوط اور قوی دلائل کے باوجود اگر کوئی سیاسی تعصب کی بنیاد پر یہ موقف اپنائے رکھے کہ پی ٹی آئی کو وہ مل گیا جس کا اس نے مطالبہ بھی نہیں کیا تھا تو پھر اس کو غور سے آئین کے آرٹیکل 187 کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ اسے معلوم ہو کہ متاثر فریق کو مکمل انصاف دینے کے لیے سپریم کورٹ کے آئینی اختیارات کیا ہیں۔

اب ہم ایک اہم نکتہ کی طرف آتے ہیں۔ فرض کریں کہ کوئی غیر آئینی رکاوٹ نہیں کھڑی کی جاتی اور یہ نشستیں تحریک انصاف کو مل جاتی ہیں تو کیا عدل کے تقاضے پورے ہو جائیں گے۔ اس حوالے سے اصل تبصرہ تو اُس وقت کیا جا سکے گا جب تفصیلی فیصلہ آ جائے گا۔ راقم کی رائے میں عدل کے تقاضے پورے کرنے کے لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ جن غیر لوگوں (وہ لوگ جو الیکشن کمیشن کی غلطی کی وجہ سے اسمبلیوں کے ممبران شمار کر لیے گئے تھے) نے جنہیں اب اس فیصلے کی روشنی میں اسمبلیوں سے نکالا جائے گا۔ اُن کے وزیر اعظم، وزرائے اعلیٰ، سینیٹ ممبران اور صدر کے انتخاب میں ووٹوں اور اُن کے نتیجہ میں منتخب ہونے والوں کی کیا پوزیشن ہوگی اور اہم ترین بات یہ کہ الیکشن کمیشن جو اس سارے فساد کی جڑ اور بنیاد بنا ہے کیا اُس کا احتساب نہیں ہونا چاہیے؟ سپریم کورٹ کا فل کورٹ اس کیس کے حوالے سے بعض معاملات میں اختلاف رکھتا ہے لیکن چیف جسٹس سمیت تمام ججز اس بات پر متفق ہیں کہ الیکشن کمیشن نے سپریم کورٹ کے 13 جنوری کے فیصلے کی غلط Interpretation کی ہے۔ جس سے ساری صورتِ حال بدل گئی اور ملک کے سیاسی عدم استحکام میں خطرناک حد تک اضافہ ہو گیا۔ الیکشن کمیشن کی غلط Interpretation دو وجوہات کی بنا پر ہو سکتی ہے: پہلی یہ کہ اُنہیں 13 جنوری کا فیصلہ سمجھ ہی نہیں آیا تھا اور دوسری یہ کہ اُنہوں نے جان بوجھ کر ایک جماعت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جس سے ملک میں فساد پھیلا۔ جہاں تک پہلی وجہ کا تعلق ہے ہم قارئین پر واضح کر دیں کہ آئین کے آرٹیکل 213 کے مطابق کوئی شخص کمشنر کے طور پر ہونا مقرر نہیں کیا جائے گا تاوقتیکہ وہ عدالت عظمیٰ کا جج نہ ہو یا رہ نہ چکا ہو۔ یا عدالت عالیہ کا جج نہ ہو یا وہ رہ نہ چکا ہو اور آرٹیکل 177 کی شق (2) کے پیرہ (اے) کے تحت عدالت عظمیٰ کے جج کے طور پر مقرر ہونے کا اہل نہ ہو۔ گویا اس اہلیت اور قابلیت کے لوگ چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمشنر لگ سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ اعلیٰ علمی و عملی صلاحیت رکھنے والے لوگ 13 جنوری کے فیصلے کو سمجھنے میں ناکام رہے جو آئین اور قانون کا فہم رکھنے والا عام وکیل بھی آسانی سے سمجھ سکتا تھا۔ راقم کی رائے میں دونوں صورتوں میں یعنی اگر یہ نااہلی اور نالائقی تھی اور اگر یہ جان بوجھ کر کیا گیا ہے تو مجرموں کے خلاف بات محض سپریم جوڈیشل کونسل (S.J.C) میں ریفرنس دائر کرنے تک محدود نہیں رہنی چاہیے بلکہ آئینی اور قانونی ماہرین کو جائزہ لینا چاہیے کہ چیف الیکشن کمشنر پر آئین کے آرٹیکل 6 لاگو ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ان سب چیزوں کا جائزہ نہ لیا گیا تو پھر یہ عدل ادھورا ہے۔

❀❀❀

ضرورت رشتہ

☆ راولپنڈی میں رہائش پذیر ملتزم رفیق، عمر 30 سال، تعلیم گریجویشن، ذاتی کاروبار اور گھر کے لیے دینی مزاج، پڑھی لکھی سمجھ دار، عمر 20 تا 28 سال تک کی لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔ ترجیحاً راولپنڈی / اسلام آباد اور گردونواح

برائے رابطہ: 0335-5086056
0312-5335274

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

☆ حلقہ فیصل آباد، جڑانوالہ روڈ کے مبتدی رفیق زاہد ریاض وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-6621315

☆ حلقہ بہاولنگر، چشتیاں کے مبتدی رفیق محترم حافظ غلام مصطفیٰ کی اہلیہ وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

امیر محترم کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(11 تا 17 جولائی 2024ء)

جمعرات 11 جولائی:

مرکزی عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ 12 جولائی:

تقریر اور خطبہ جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس، کراچی میں ارشاد فرمایا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔

ہفتہ 13 جولائی:

ایک تجارتی ادارہ میں ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کے موضوع پر گفتگو کی۔

بدھ 17 جولائی:

رات کو لاہور آمد ہوئی۔

معمول کی مصروفیات:

قائم مقام نائب امیر صاحب سے مستقل آن لائن رابطہ رہا اور معمول کے تنظیمی امور انجام دیئے۔ قرآنی نصاب کے حوالہ سے سرگرمیاں انجام دیں۔ معمول کی کچھ ریکارڈنگ کروائیں۔

حیات دے کر ثبات پایا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ابلیس کی مہلتِ عمل جو آغازِ دنیا پر شروع ہوئی تھی، سیدنا آدم علیہ السلام کے مدِ مقابل، اب اپنے آخری دور میں داخل ہوگئی ہے۔ ہم آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری امت ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں سے ابلیس اپنے سوار پیادے لاؤ لشکر لیے لڑتا بڑھتا اب 2024ء میں کھڑا ہے۔ سائنسی ترقی، مواصلاتی رابطوں کی سرعت، سیاسی داؤ پیچ، معاشی ہتھکنڈے، جھوٹ کی جولانیاں، فراوانیاں لیے ایک بھاری معرکہ وہ ہار چکا۔ فتنہ دجال کے بڑے مراکز، امریکا، یورپ، اسرائیل اور مشرک بھارت سارے داؤ پیچ 2000ء، نئی صدی کے آغاز سے آزمانے لگے۔ جس گھن گھرج سے دانشوروں نے تاریخ کے خاتمے، (فوکویاما: End of History)، نیو ورلڈ آرڈر، امریکا کی بلاشرکتِ غیرے حکمرانی، یک قطبی دنیا کے نعرے لگائے، دنیا نائن الیون کے بعد سکڑ سمٹ کر بے دام کی غلام بنی دم ہلاتی ان کے پیچھے چل دی۔ اصحٰب الفیل کا سا واقعہ، اصحٰب الاخدود، اصحٰبِ کہف کی تاریخی کہانیاں سب افغانستان میں دہرائی گئیں۔ ہاتھیوں (ری پبلکن) گدھوں (ڈیموکریٹ) کی حکومتوں نے سبھی چالوں، سائنسی ٹیکنالوجی کی مہارتوں کو آزماتے نیٹو و دیگر عالمی قوتوں سمیت منہ کی کھائی۔ جبکہ نہتے، تنہا، بے وسائل افغان، بلا افواج و بھاری جنگی ساز و سامان کامیاب و کامران ٹھہرے۔ ہیل فائر میزائل ساری آگیں بھڑکا کر اولادِ ابراہیمؑ کے ہاتھوں منہ کی کھا کر نکل بھاگے۔ افغانستان کے غاروں کے باسی IED (خانہ ساز بارودی پٹاخوں) سے فتح کے جھنڈے گاڑتے جب غار سے نکلے تو بدلا ہوا زمانہ تھا! امریکا نیٹو کے جھنڈوں کی جگہ لا الٰہ کے جھنڈوں کا راج تھا۔ تا آنکہ منہ کی کھا کر افغانستان کی معاشی پابندیوں اور بین الاقوامی تنہائی کی مار دے کر بھی شکست خوردہ! یو این کی سیکورٹی کونسل کو پیش کی جانے والی تازہ ترین رپورٹ میں کسمساتے ہوئے افغانستان میں ہونے والی انتظامی معاملات میں بہتر گورنینس کا اعتراف کیا گیا ہے۔ یوں بھی جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ! اپنے عوام کے حق میں حکومت، سہولت کی فراہمی پر کمربستہ ہو، خود قربانی دے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور کی طرح قوم کے شفیق باپ کا سا کردار ادا کرے تو خوش حالی امن، برکتوں کے دہانے کھلنے کے الٰہی وعدے (شریعتِ الٰہیہ کی پابندی کے عوض) خودبخود پورے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ امریکی پروفیسر ڈاکٹر رائے کیسا گرانا ڈا (آسٹن، ٹیکساس) گواہی دیتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے 633ء میں دو فوجیں روانہ کیں، ایک ایرانی دوسری رومی سلطنت کی جانب، نہ تعداد کا کوئی موازنہ مقابلہ تھا، نہ ٹیکنالوجی کا کوئی تناسب، بہت جلد انہوں نے مکمل ایرانی سلطنت فتح کر لی۔ اُدھر رومیوں کو زیر کر لیا۔ 711ء تک اسپین کی فتح اور اسی دوران پاکستان (سندھ) تا وسط ایشیا کے حاکم ہو کر انسانی تاریخ کی سب سے بڑی سلطنت کے مالک ہو چکے تھے، دنیا کی 60 فی صد عیسائی آبادی پر محض چند دہائیوں میں 2 فی صد مسلمان ہو کر اٹھنے والے غلبہ پا چکے تھے، بغداد کا سنہری دور جس میں وہ دنیا کا سب سے بڑا شہر ہمہ نوع علوم کا مرکز بن چکا تھا، ان کی راتیں روشن، جگمگاتی تھیں۔ طب، زراعت، طبیعیات، سبھی پر عبور مثالی تھا۔ پروفیسر کے مطابق مسلمان روشنی کی رفتار، کششِ ثقل، نیوٹن کا پہلا قانونِ حرکت جان چکے تھے، فرانس بیکن سے 600 سال پہلے ابن الہیثم سائنسی طریقہ کار وضع کر چکا تھا۔ تاہم موجودہ دنیا ان طویل تاریخی حقائق سے نابلد رکھی گئی۔ خود مسلمان تو، دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی! عظیم الشان تاریخی ورثہ، اعلیٰ تہذیبی مظاہر کی حامل امت مغربی سرمایہ دارانہ نظامِ جبر و استحصال کا لقمہ تر بن چکی تھی۔ افغانستان کے بعد اب غزہ نے پوری دنیا کو متزلزل کر کے انقلاب برپا کر دیا ہے۔ فکر و نظر کی دنیا میں بھونچال بپا ہے۔ یہ مسلم جنگ، کفر کی سرزمینوں میں جس شد و مد سے نظریاتی سطح پر لڑی جا رہی ہے وہ حیران کن ہے! غزہ میں قتل عام جس ڈھٹائی بے حیائی سے بلاتعطل جاری ہے بظاہر وہ بھی لاینحل ہے۔ واللہ اعلم!

یہ سبھی غزہ کے قاتل ہیں دنیا کے نام نہاد بڑے بڑے دانشور، قائد، حکمران، روسائے اعظم! بڑی اصطلاحوں کے گھن چکر سے دنیا کو چکرائے رکھتے ہیں۔ انہی میں ''The Great Reset''، (عظیم تعمیرِ نو) بھی ہے، ساری اصطلاحیں جنوں کا نام خرد رکھنے والی کہانی ثابت ہوتی ہیں۔ آزادئ اظہار، حقوقِ انسانی، عورتوں بچوں کے حقوق کی گھمن گھیریاں، ان سب اصطلاحوں کی خونچکاں سر بریدہ لاشیں غزہ کے طول و عرض میں حقائق بیان کر رہی ہیں۔ مصنوعی ذہانت، (AI) کے عنوان سے جو کچھ ہونے چلا ہے، عظیم تعمیرِ نو، حقیقتاً ایک بھاری بھرکم تخریبِ نو کا آغاز ہے جو آہستہ آہستہ یہاں وہاں بے نقاب ہو رہا ہے۔ اس وقت دنیا کو درپیش موسمیاتی تبدیلیاں، ماحولیاتی آلودگیاں، جن سے کرہ ارض کو محفوظ و مامون بنانا سب سے بڑا دردِ سر ہے۔

مگر دنیا بھر کے ارب پتی کاروباری، شعبہ جاتی ماہرین حکمران جو منصوبے بنا کر پیش کر رہے ہیں، ان میں دردِ سر کا علاج سر کاٹ کر کیے جانے کا سا ہے۔ ماحولیاتی آلودگی کا پروفیسر میک کیوری کہتا ہے: کڑوا سچ یہ ہے کہ زہریلی گیسوں کے اخراج (بسلسلہ موسمیاتی تبدیلی) کا تیز ترین حل صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ کسی ایسی وبا کے ذریعے انسانی آبادیوں کا صفایا جس میں موت کی شرح بہت ہی زیادہ ہو، تاہم بھری بزم میں راز کی بات کہہ کر پھنس گیا، شدید تنقید ہوئی۔ یہ تو پتھر پھینک کر لہریں گننے کا معاملہ تھا۔ لیکن کیا غزہ میں بے دریغ بلا روک ٹوک قتل عام اور اس پر ان زعما کی چشم پوشی اسی کی آئینہ دار نہیں؟ صرف یہی نہیں مصنوعی ذہانت، روبوٹس کی فراوانی حکمرانی کے بعد کیا ہوگا؟ انسان بے شمار میدان ہائے عمل میں ناکارہ ہو جائیں گے۔ اتنے انسانوں کی ضرورت ہی کیا ہے؟ سو انہیں کمپیوٹر گیمز اور ڈرگز میں مصروف کر دیا جائے گا مصروف اور خوش رکھنے کو! مزید براں زہریلی گیس کنٹرول کرنے کو (کاربن ڈائی آکسائیڈ اور میتھین جیسی) مویشیوں کے فارم ختم کر کے، جھینگر فارم بنائے جائیں گے یا مصنوعی گوشت پر کام جاری ہے! مصنوعی دودھ کے بعد آپ کیڑے مکوڑے، جھینگر، مصنوعی گوشت

کھائیں گے۔ تاہم ان کے بہت سے پچھلے سہانے خواب افغانستان میں بھیانک ہو چکے۔ تابوت اور ذلت آمیز شکست پر نیو ورلڈ آرڈر اور یک قطبی دنیا، ٹائیں ٹائیں فش ہوا۔ اب اسرائیل دم بخود امریکا، کینیڈا، یورپ، تا جنوبی کوریا، افریقہ، پوری دنیا میں اپنے لیے نفرت کے شرارے اڑتے دیکھ رہا ہے، وہی ڈچ جو اپرتھائیڈ کے مجرم تھے اب تلافیٔ مافات کو اپنی ایک پوری شاہراہ پر، فلسطینی شہروں کے ناموں سے بورڈ سجا رہے ہیں۔ سڑک ہالینڈ کی، شہر غزہ کے! غزہ سٹی، جبالیہ، نصیرات، دیر البلاح، رفح، خان یونس، رملہ..... آخر میں آزاد فلسطین تربوزی رنگوں میں اور نیچے تربوز کی قاش! جھینگر فارم بنانے والے جھینگر کھاتے تربوز کی لذت سے بھی محروم رہ جائیں گے!

یہ فرق ہے اہل غزہ کے فہم حیات و کائنات و خالق کائنات کا۔ جو انہیں کامل ترین لاریب کتاب قرآن مجید سے اور نبی کامل اور اکمل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہے حکمت بالغہ اور حجت بالغہ! (القمر: 5، الانعام: 149) کامل پختہ حکمت و دانائی، سمندر در سمندر لامنتہا! پختہ کامل دلیل جس کا رد ممکن نہیں! جس کے آگے ہر دلیل بے وزن۔ سو سب مغربی دانشور سر پٹخ پٹخ جھینگر کھائیں، مصنوعی گوشت پکائیں اور اس کا نام ''ترقی'' رکھ لیں۔ رہے گی تو ''مصنوعی'' ذہانت! ﴿اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ ۝۱۱۶﴾ (الانعام: 116) نرے وہم و گمان کے پیرو، تیر تکے لگانے (جھینگر کا شکار کھیلتے ''دانا''!) مارنے والے! ان کے نزدیک انسان صرف حیاتیاتی زندگی والا باشعور حیوان ہے۔ روح/روحانیت سے خالی! سو یہ جو ''مصنوعی'' ذہانت چلی آرہی ہے دیوانی دنیا تخلیق کرنے کو، اس کا علاج قرآن سے چمٹنے، ﴿اَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ۚ﴾ (یونس: 105) الدین، اللہ کی کامل فرمانبرداری، اتباع شریعت پر یکسوئی سے جم جانے میں ہے۔ اور یہ غزہ کے بے مثل صبر و ثبات اور کامیابی کا راز ہے! لائق تقلید اہل جہاد ہوتے ہیں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مطابق: ﴿وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ﴾ (العنکبوت: 69)۔ انہی شفاف دلوں، نیتوں کو اللہ اپنی راہ دکھاتا ہے!

انہوں نے ملت کی لاج رکھ لی
حیات دے کر، ثبات پایا

جرائم کا سرچشمہ: حکومت اور نظام

سعد اللہ جان برق
barq@email.com

کیا یہ بات انتہائی حیران کن اور پریشان کن نہیں ہے کہ انسان جتنا ترقی کرتا جا رہا ہے، تعلیم یافتہ ہوتا جا رہا ہے اور بزعم خویش مہذب ہوتا جا رہا ہے، اتنا ہی زیادہ بے راہرو، وحشی اور مجرم بھی ہوتا جا رہا ہے یا یوں کہیے کہ دنیا میں جتنی ترقی ہوتی جا رہی ہے، اتنے ہی جرائم بڑھتے جا رہے ہیں۔ ایسے ایسے اور بھانت بھانت کے جرائم سامنے آرہے ہیں کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھے، گویا ایجادات کا سلسلہ جرائم میں بھی زوروں سے چل رہا ہے۔

مطلب کہ مجرم قانون سے دو قدم آگے چل رہا ہے۔ حکومتیں جرائم روکنے کے لیے جو ادارے بناتی ہیں، کچھ ہی عرصے میں وہ خود جرائم کے سرچشموں میں بدل جاتے ہیں خاص طور پر ہمارے پاکستان جیسے ملکوں میں جہاں حکومت سے لے کر قوانین اور امراء سے لے کر مساکین تک سب جعلی اور دو نمبری ہیں۔ جن کا کام جرائم روکنا اور قانون نافذ کرنا ہے، وہ پشت پناہ ہیں، جو اشراف ہیں، وہ خرافات ہیں اور جو مساکین ہیں، وہ بھی پھٹیچر ہیں۔ ''رکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رواں اور''

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
وہ بھی کم بخت ترا چاہنے والا نکلا

جس معاشرے میں قانون آئین، انصاف، نظریے عقیدے، دین وایمان، دیانت صرف الفاظ اور نام بن کر رہ جائیں، حقوق وفرائض کا توازن بگڑ جائے۔ شارٹ کٹوں کی بھرمار ہو جائے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون مستقل ہو جائے یعنی ؎

اسپ تازی شدہ مجروح بہ زیر پالان
طوق زریں ہمہ گردن خری بینم
ابلہاں راہمہ شربت زگلاب وقندست
قوت دانا ہمہ از خون جگر می بینم

ترجمہ۔ جہاں تازی اور اصیل گھوڑے بودے ڈھو ڈھو کر زخمی ہوں اور گدھوں کی گردنوں میں سونے کی طوقیں ہوں۔ جہاں نالائق قند و گلاب کے شربت پی رہے ہوں اور داناؤں کی گزر اوقات خون جگر بن جائے۔ ایک شخص جگر پی پی کر لائق فائق ہونے کے باوجود نان ونفقہ کو ترسے اور خاص خاص جاہل احمق بڑے بڑے مناسب پائیں۔

جہاں خون کرنے والا مہنگا وکیل کر کے باعزت بری ہو جائے اور ایک روٹی چرانے والے کو قید بامشقت ملے۔ جہاں تھانے کچہری میں شریف لوگوں کی ضمانت کے لیے غنڈے بدمعاشوں کی ضرورت ہو۔ جہاں دین ایمان سب کچھ بکاؤ ہو، انصاف بکاؤ ہو۔ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے غاصب کے پیر پکڑنا پڑیں وہاں عام آدمی کیا کرے گا۔ سوائے ''جرم'' کے اس کے پاس اور کون سا راستہ باقی ہوتا ہے۔

اتنے حصوں میں بٹ گیا ہوں میں
میرے حصے میں کچھ بچا ہی نہیں
زر کے ہاتھوں میں بک گئے سبھی
اب کسی جرم کی سزا ہی نہیں

میں نے گزشتہ کئی کالموں میں تکراراً یہ بات کہی ہے کہ ہر معاشرے کی بنیاد حقوق و فرائض کے توازن پر ہوتی ہے۔ ایک کے حقوق، دوسرے کے فرائض ہوتے ہیں اور دوسرے کے فرائض پہلے والے کے حقوق ہوتے ہیں خریدار کا فرض ادائیگی ہے جو دکاندار کا ''حق'' ہے اور دکاندار کا فرض کوئی چیز دینا ہے جو ادائیگی کرنے والے کا حق ہوتا ہے۔ یوں حکومت کے جو ''حقوق'' ہیں ٹیکس لگانا وغیرہ، وہ عوام کے فرائض ہیں اور عوام کے جو حقوق ہوتے ہیں وہ حکومت کے فرائض ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں ہو یہ رہا ہے کہ حکومت اپنے حقوق تو بڑھ چڑھ کر اگر بہ رضا و رغبت نہیں تو زور زبردستی سے حاصل کر لیتی ہے لیکن اپنے فرائض جو عوام کا حق ہوتے ہیں ادا نہیں کرتی۔

عوام سے جو ٹیکس وغیرہ وصول کیے جاتے ہیں ان

کے بدلے عوام کے حقوق جو حکومت پر لاگو ہو جاتے ہیں، چار ہیں ایک عوام کی جان و مال اور عزت کا تحفظ، دوم عوام کی صحت کا تحفظ، سوم تعلیم کا تحفظ، چہارم روزگار کا تحفظ۔ اور جہاں جہاں جن جن ممالک میں یہ توازن برقرار ہے وہاں ایسا ہی ہو رہا ہے۔ اور جب حکومتیں اپنے یہ چار فرائض ادا کرتی ہیں تو عوام خوشی خوشی حکومت کے حقوق کو اپنے فرائض سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔

کیونکہ وہ اپنے اوپر حکومت کے تحفظ کا چھتر چھایا پا کر بے فکر ہو جاتے ہیں۔ لیکن پاکستان جیسی حکومتوں میں جہاں حکومت بجائے خود عوام دشمنوں پر مشتمل ہوتی ہے وہاں عوام سے ''وصولی'' تو کی جاتی ہے لیکن بدلے میں کچھ بھی نہیں دیا جاتا ہے کیونکہ سب کچھ اشرافیہ کے چالیس چور آپس میں تقسیم کر کے ہڑپتے ہیں اور بیچارے عوام خود ہی اپنے تحفظ کے ذمے دار ہوتے ہیں۔ کسی کے بس میں ہو تو جان، مال اور عزت کا تحفظ بھی خود کرنا پڑتا ہے، تعلیم صحت اور روزگار بھی خود خریدنا پڑتے ہیں۔ یوں ایک ملک، ایک حکومت اور ایک ہی معاشرے میں ہر فرد خود یکہ و تنہا غیر محافظ اور دشمنوں میں گھرا ہوا محسوس کرتا ہے۔

ایسے معاشروں میں بے پناہ اونچ نیچ پیدا ہوتی ہے اور نہایت ہی غیر ہموار نظام تشکیل پاتا ہے۔ جس میں کچھ لوگ شارٹ کٹوں کے ذریعے بہت دور پہنچ جاتے ہیں اور عام آدمی غیر ہموار راستے پر ٹھوکریں کھانے لگتا ہے۔ یوں معاشرہ دو مختلف اور متضاد دو فریقوں میں بٹ جاتا ہے ایک اشرافیہ جو کچھ بھی نہ کر کے سب کچھ ہڑپتا ہے اور دوسرا وہ جو سب کچھ کر کے بھی کچھ نہیں پاتا۔ سرکار اور عوام کے درمیان خلیج بڑھتے بڑھتے اس انتہا کو پہنچ جاتی ہے کہ نالائق بے ایمان اور نااہل لوگ ان مقامات پر پہنچ جاتے ہیں جو لائق اور اہل لوگوں کا حق ہوتا ہے، گویا چمن کے ہر شاخ پر اُلوؤں کا قبضہ ہو جاتا ہے پھر اس گلستان کا یہی انجام ہوتا ہے کہ محروم، بے بس عدم تحفظ کا شکار لوگ اس معاشرے اس نظام کے ہی دشمن ہو جاتے ہیں اور جرائم کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

اس ناہموار، ناانصاف اور استحصالی معاشرے کے اصولوں اور قانون کو پامال کرنے لگتے ہیں۔ انسان بنیادی طور پر امن پسند، عافیت پسند اور سکون پسند ہوتا ہے ہر کوئی چاہتا ہے کہ دن بھر تھک ہارنے کے بعد وہ ایک پرسکون گھر میں جو کچھ میسر ہو کھالے اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آرام کی نیند سوئے۔ لیکن جب وہ جرائم کی راہ اختیار کر کے خود کو بھی عذاب میں مبتلا کرتا اپنے خاندان کو بھی مصیبتوں میں ڈالتا ہے، خواب و خور کو اپنے اوپر حرام کرتا ہے تو اس کے پیچھے کچھ عوامل ہوتے ہیں اور وہ عوامل ناہموار معاشرہ پیدا کرتا ہے، وہ ناہموار معاشرہ جو افراد پر اپنے حقوق حاصل کرنے کے تمام راستے بند کر دیتا ہے ایسے معاشرہ کے افراد کے لیے پھر ایک ہی راستہ بچتا ہے وہ راستہ جسے وہ معاشرہ غیر قانونی قرار دیتا ہے جب کچھ لوگ خاص خاص اور اشرافیہ کے مخصوص ہتھکنڈوں سے کام لے کر راتوں رات آسمان ہو جاتے ہیں قطعی ناجائز طریقے پر نوکریاں اور روزگار ایک مخصوص طبقے کے قبضے میں چلے جاتے ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ مجرم وہ نہیں ہوتا جو ''تالا'' توڑ کر چوری کرتا ہے بلکہ وہ ہوتا ہے جو دولت ''جمع'' کر کے تالے میں بند کرتا ہے۔ جب دس لوگوں کے حصے کی دس روٹیوں میں سے کچھ لوگ دو دو روٹیاں لے لیتے ہیں تو محروم ہونے والے کیا کریں گے یا تو بھوک سے مریں گے اور یا حق سے زیادہ روٹیاں کھانے والوں کے درپے ہوں گے۔ جنسی جرائم کی ایک الگ داستان ہے۔ ایک طرف بے پناہ ترغیبات اور دوسری طرف بے پناہ محرومی ساری بات کو مختصر طور پر یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ جرائم کا سرچشمہ افراد نہیں بلکہ حکومت اور نظام ہوتا ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ فیصل آباد، لاٹھیانوالہ کے منفرد مبتدی رفیق علی حسن روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوگئے۔

☆ حلقہ فیصل آباد، جڑانوالہ روڈ کے مقامی امیر خواجہ مظفر الٰہی روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

انہوں نے اسی مقام پر اپنے استاذ گرامی مولانا حمید الدین فراہیؒ کی رائے بھی نقل کی ہے جس کا بیان خالی از فائدہ نہیں ہے:

﴿وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ ط وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ﴾

يلوح من هذا الكلمات انهم كانوا ياخذون الربوٰ من ذی ميسرة و القريش كانت تجارا و اصحاب الربوٰ فلا ارىٰ فرقا بين حالهم و حال ابناء زماننا فی الربوٰ ' والله اعلم بالصواب (تدبر قرآن: ج ۱ ص ۵۹۵)

''وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَۃٍ ...... الآیۃ کے الفاظ سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ اہل عرب خوش حالوں سے بھی سود لیتے تھے۔ پھر قریش تاجر لوگ تھے اور سودی بیوپار ان میں رائج تھا۔ اس وجہ سے اس معاملے میں ان کے اور ہمارے حالات کے درمیان کوئی خاص فرق ہمیں در باب سود نظر نہیں آتا۔ واللہ اعلم بالصواب!''

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 817 دن گزر چکے!

اسلام اور طہارت

مفتی عارف محمود

اسلام انتہائی پاکیزہ مذہب ہے، یہ اپنے ماننے والوں کو طہارت و پاکیزگی کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی آدم کو اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے توسط سے زندگی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق کتاب وسنت کی شکل میں جو ہدایات واحکامات عنایت فرمائے ہیں اگر ہم حقیقی معنوں میں ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہر فرد کا ظاہر و باطن، اس کا جسم ولباس، رہنے کی جگہ، گھر بار، گلی محلہ، ماحول حتیٰ کہ پورا معاشرہ سب پاکیزگی کے مظہر بن جائیں گے۔

طہارت والوں یعنی پاک صاف رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (البقرہ:222) ''بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

پاکیزگی اللہ کو پسند ہے

اسلام کی ان تعلیمات کے پیش نظر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم طہارت و پاکیزگی کا خوب اہتمام فرماتے تھے جس کی وجہ سے قرآن کریم مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں ارشاد فرمایا: ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ (التوبہ:108) ''اس میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوں اور اللہ پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا: اے گروہ انصار! ''اللہ تعالیٰ نے طہارت کے بارے میں تمہاری تعریف بیان کی ہے تو تمہاری طہارت و پاکی کیا ہے؟ انصار نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں، جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہی وہ طہارت و پاکی ہے جس کی اللہ نے تعریف کی ہے، پس تم اسے لازم پکڑو۔''

طہارت کا معنی ومطلب:

طہارت کسے کہتے ہیں؟ اس کا کیا معنی ومطلب ہے؟ اس کی کتنی اقسام ہیں؟ ان تفصیلات کو جاننے کے بعد ہی انسان منشا خداوندی کے مطابق پاکیزگی حاصل کر سکتا ہے۔

طہارت کا لغوی معنی

طہارت عربی زبان کا لفظ ہے، طَهَرَ يَطْهُرُ باب کَرُمَ سے مصدر ہے، لغت میں طہارت کے معنی مطلق طور پر صفائی و پاکیزگی کے ہیں۔

طہارت کا فقہی معنی

فقہی اعتبار سے حدث اور نجاست سے پاکیزگی حاصل کرنے کو طہارت کہتے ہیں۔

طہارت کا شرعی معنی

شرعاً طہارت اللہ کی منع کردہ چیزوں سے اپنے آپ کو روکنے یعنی خود کو گناہوں سے پاک رکھنے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر سے خود کو مزین کرنے کو کہتے ہیں۔ بعض دفعہ اطلاقات شرعیہ میں طہارت من الارجاس پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے یعنی اس سے مراد کفر وشرک اور معصیت سے پاک ہونا ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے (شرک وکفر کی) گندگی دور رکھے اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔

اقسام طہارت:

طہارت کی ابتدا میں دو بڑی قسمیں ہیں: طہارت معنویہ اور حسیہ۔

طہارت معنویہ کی اقسام

ان میں سے طہارت معنویہ کی بھی دو قسمیں ہیں: طہارت معنویہ کبریٰ اور صغریٰ۔ طہارت معنویہ کبریٰ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو شرک اور اس کی غلاظتوں سے مکمل پاک کر لے اور توحید خالص کے عقیدہ کو اپنے دل ودماغ میں بسا لے اور مکمل طور سے اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کر لے۔ طہارت معنویہ صغریٰ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو اخلاقی برائیوں کینہ، حسد، ریا، تکبر اور حب جاہ ومال وغیرہ سے پاک کرے اور اپنے دل کو اخلاقی محاسن وفضائل سے مزین کرے۔

طہارت حسیہ کی اقسام

طہارت حسیہ یعنی ظاہری طہارت کی بھی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: ایک یہ کہ حدث کو زائل کر کے پاکی حاصل کرنا، اس قسم کے ذیل میں فقہاء حضرات پانی کے پاکی وناپاکی، وضو، غسل، تیمم اور موزوں پر مسح وغیرہ کے مسائل سے بحث کرتے ہیں۔ دوسری قسم یہ کہ خبث کو زائل کر کے طہارت حاصل کرنا، اس قسم کے ذیل میں فقہائے کرام اشیائے نجسہ کے طہارت سے متعلق ضوابط اور نجاست کی اقسام کو بیان کرتے ہیں۔

طہارت نصف ایمان:

اسلام میں طہارت اور پاکیزگی کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک نہ صرف محبوب اور پسندیدہ ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ نے طہارت کو نصف ایمان قرار دیا ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پاکی نصف ایمان ہے۔''

نصف ایمان ہونے کا مطلب

شطر ایمان یعنی طہارت کا نصفِ ایمان ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس کے بارے میں شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ ایمان مکفر سیئات ہے، ایمان سے صغائر وکبائر دونوں طرح کے گناہ معاف ہوتے ہیں، طہارت بھی مکفر سیئات ہے، لیکن اس سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں، اس نسبت سے طہارت کو شطر ایمان قرار دیا گیا ہے۔

علامہ تورپشتی کی رائے

علامہ تورپشتی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایمان سے ظاہر وباطن یعنی حدث اصغر واکبر اور شرک وغیرہ دونوں سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے، جبکہ حدیث میں وارد لفظ ''الطہور'' سے صرف طہارتِ بدن من الانجاس والاحداث مراد ہے اس لیے اس کو شطر ایمان کہا گیا ہے۔

اجزائے ایمان:

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

ایمان تخلیہ اور تحلیہ دو اجزاء سے مرکب ہے، تخلیہ کے چار مراتب ہیں،

☆ پہلا مرتبہ: ظاہری بدن کو ہر طرح کی ناپاکی، حدث و خبث اور فضلات سے پاک کرنا۔

☆ دوسرا مرتبہ: اپنے اعضاء و جوارح کو جرائم و گناہوں سے پاک رکھنا۔

☆ تیسرا مرتبہ: دل کو اخلاق ذمیمہ ورذیلہ سے پاک رکھنا۔

☆ چوتھا مرتبہ: دل کو ماسوی اللہ سے خالی اور پاک رکھنا۔

اس تفصیل کے مطابق حدیث میں شطر الایمان سے مراد ''تخلیہ'' ہے اور وہ اس اعتبار سے نصف ایمان ہے۔غرض جو بھی مراد لیا جائے، خواہ شطر کو جز کے معنی میں لیا جائے یا نصف کے معنی میں، بہر حال طہارت کو ایمان کے ساتھ لزوم کا تعلق ہے، ایمان ہر حال میں طہارت کا تقاضا کرتا ہے۔

طہارت باطن:

علمائے کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ طہارت باطنیہ کے تمام مراتب طہارت میں نصفِ عمل کا مقام رکھتے ہیں۔ کیونکہ اعمال باطن سے مقصود اللہ کی عظمت و جلال کا منکشف ہونا ہے اور یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا ہے جب تک باطن سے ماسوی اللہ نکل نہ جائے، طہارتِ قلب یعنی اخلاق حمیدہ کا حصول اس وقت تک نہیں ہوسکتا ہے جب تک دل کو اخلاق ذمیمہ اور قابل نفرت رذائل سے پاک نہ کیا جائے، اسی طرح جوارح کو اس وقت تک طاعت سے مزین نہیں کیا جاسکتا جب تک گناہوں سے نہ بچا جائے، یہی حال ظاہر کا ہے کہ ظاہری طہارت اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی ہے جب تک کہ احداث سے پاکی حاصل نہ کی جائے، یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ تمام مراتب طہارت میں اصل باطن کی طہارت ہے لیکن اس کا حصول بھی ظاہری طہارت پر موقوف ہے۔

اہتمام طہارت:

اسلام میں ظاہری طہارت کا بھی نہایت اہتمام کیا گیا ہے، بیداری سے لے کر سونے تک، بیت الخلا سے مسجد و بیت اللہ تک، دن بھر میں پانچ مرتبہ وضو، نیز غسل و تیمم وغیرہ کے ذریعہ ظاہری و باطنی دونوں طرح کی طہارت کا اہتمام کیا گیا ہے، قضائے حاجت انسان کی فطری ضرورت ہے، اس ضرورت کو کیسے پورا کیا جائے اس کی رہنمائی بھی حدیث میں موجود ہے،

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو اتنے دور جاتے کہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوجاتے۔

پیشاب کرتے وقت نرم اور نشیبی جگہ دیکھ کر وہاں کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ پیشاب کی چھینٹیں اڑ کر کپڑوں اور بدن پر نہ پڑیں۔

قضائے حاجت کے لیے جانے سے قبل دعا سکھائی گئی ہے تاکہ بندہ شیاطین و جنات کے شرور سے حفاظت میں رہے، حضرت انس ؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لیے جائے تو یہ دعا پڑھے: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) ''اے اللہ! میں ہر طرح کے شیاطین (مذکر و مؤنث کے شر) سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی بیت الخلا میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو بسم اللہ پڑھے، اس سے انسان کی شرم گاہ اور جنات کے درمیان پردہ حائل ہوجائے گا۔''

علماء کرام نے ان دونوں روایات کو جمع کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ قضائے حاجت کے لیے جانے والا ان دونوں دعاؤں کو ملا کر یوں پڑھے: ((بسم اللہ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))

بیت الخلاء جانے سے قبل دعا سکھانے کی حکمت یہ ہے وہ نجاست اور گندگی کی جگہ ہوتی ہے، پھر وہاں جاکر اللہ کے ذکر میں انقطاع آجاتا ہے، کشف عورت کی نوبت آجاتی ہے اور بول و براز وغیرہ نجاستوں کا خروج ہوتا ہے تو ایسے میں شیاطین اور جنات جنھوں نے اپنا مسکن ان جگہوں کو بنایا ہوا ہوتا ہے، وہ وہاں پیشاب کرنے والے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، لہٰذا ان کے شر سے حفاظت کے لیے دعا بتلائی گئی ہے۔

نیند سے بیداری پر ہاتھ دھونے کا حکم

اسی طرح ایک مسلمان جب نیند سے بیدار ہوتا ہے اور اپنی طبعی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کو پانی استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں نہ ڈالے، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہوجائے تو اسے چاہیے کہ وضو کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اپنا ہاتھ دھولے؛ اس لیے کہ اسے معلوم نہیں کہ نیند کی حالت میں اس کے ہاتھ نے کہاں رات گزاری ہے۔''

حدیث کا مطلب

شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ نیند کی حالت میں یہ ممکن ہے کہ آدمی کا ہاتھ اس کی شرمگاہ سے مس ہوا ہو اور اس پر نجاست کے اجزا لگ گئے ہوں، یا رات نیند کی حالت میں احتلام ہوگیا ہو اور ہاتھ پر منی لگ گئی ہو، یا وظیفہ زوجیت کی ادائیگی کے وقت کچھ نجاست لگ گئی ہو، یا جسم کے کسی حصہ میں زخم ہو اور اس سے خون رس رہا ہو، یا کوئی دانہ وغیرہ نکلا ہو اور اس سے پیپ یا نجس مادہ نکل رہا ہو اور وہ ہاتھ پر لگ گیا ہو، غرض اگر نجاست یقینی طور سے لگ گئی ہو تو پھر ہاتھ کا پانی کے برتن میں داخل کرنے سے قبل دھونا واجب ہے اور اگر نجاست کا لگنا یقینی نہ ہو صرف شک ہو تو پھر ہاتھوں کا برتن میں ڈالنے سے پہلے دھونا مسنون ہے، اور اگر یہ یقین ہے کہ کوئی نجاست نہیں لگی تو پھر دھونا مستحب ہے۔

مشرکین مکہ اس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کرتے اور طعنہ دیا کرتے تھے کہ آپ کے نبی ﷺ تو آپ کو قضائے حاجت کے متعلق باتوں کی بھی تعلیم دیتے ہیں، چنانچہ حضرت سلمان فارسی ؓ نے ایسے ہی طعنہ کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں! (یہ شرم کی بات نہیں، بلکہ یہ تو ضرورت کی چیز ہے)، ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں یہ بھی بتلایا ہے کہ ہم قضائے حاجت کے وقت قبلہ رخ نہ ہوا کریں اور ہمیں دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع کیا ہے اور اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ ہم ہڈی یا گوبر سے استنجا کریں اور ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم تین پتھروں سے استنجا کریں۔

ان امور کو ذکر کرنے کا مقصد صرف اسلام کے نظام طہارت و نظافت کی ایک جھلک دکھانا ہے، ورنہ اسلام نے تو اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق مکمل رہنمائی فراہم کی ہے، اور اسلام سارے کا سارا پاکیزگی اور طہارت ہی سے مرکب ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ثقہ علماء سے اسلامی تعلیمات سیکھ کر ان پر عمل کیا جائے تاکہ دنیا میں پاکیزگی و کامیابی کے ساتھ آخرت کی ہمیشگی کی کامرانی مقدر بن جائے۔ آمین یارب العالمین! ۞۞

تحریک انصاف پر پابندی: چند سوالات

آصف محمود

عطا تارڑ صاحب نے تحریک انصاف پر پابندی کی بات کی تو منیر نیازی یاد آ گئے: ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں ہر کام کرنے میں۔ فارسی کا مقولہ ہے کہ: مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید، برکل خود باید زد۔ جو مکا لڑائی کے بعد یاد آئے وہ حریف کی بجائے اپنے منہ پر مارنا چاہیے۔ مسلم لیگ ن بہت تاخیر کر چکی ہے۔ یہ فیصلہ اگر کرنا ہی تھا تو اس کا مناسب ترین وقت 10 مئی 2023 کی شام تھی۔ 9 مئی کو اس ملک میں جو ہوا وہ انتہائی خوفناک اقدام تھا۔ یہ فیصلے کی گھڑی تھی۔ ایک مثالی فیصلہ ہونا چاہیے تھا جو آئندہ کے لیے عبرت بنتا۔ یہ سیاسی احتجاج نہ تھا، یہ خانہ جنگی کی ابتدا تھی۔ یہ ملک کو ایک خوفناک خانہ جنگی میں دھکیلنے کی کوشش تھی۔ اس سلسلے کو یہیں روک دیا جانا چاہیے تھا۔ پوری معنویت کے ساتھ روک دیا جانا چاہیے تھا۔ اسی رات یا پھر اسی ہفتے کوئی بڑا فیصلہ ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن فیصلہ نہیں ہو سکا۔ ن لیگ کی حکومت حال وہی تھا جو شیکسپیئر کے ہیملٹ کا تھا: To be or not to be۔ یعنی کچھ کروں یا نہ کروں۔ مقدمات چلے تو نیم دلی سے، چیونٹی کی رفتار سے۔ حکومت ان مقدمات میں کچھ لاتعلق رہی۔ اس کے پاس یوں لگتا ہے سرے سے کوئی بیانیہ ہی نہ تھا یا وہ جان بوجھ کر کوئی بیانیہ اپنانے سے اجتناب کر رہی تھی۔ ملک میں خانہ جنگی کا باب رقم کیا جانے لگے، ایک شخص کی محض گرفتاری پر شہدا کی یادگاروں کی توہین ہو اور ان کے مقدمات کے فیصلوں میں سال بیت جائے اور حکومتی ٹیم میں ذرا سا بھی اضطراب پیدا نہ ہو، یہ سوچنے والی بات ہے۔ حکومت کی اس گومگو یا دانستہ گریز کا نتیجہ یہ نکلا کہ 9 مئی کے جن واقعات پر تحریک انصاف کو شرمندہ ہونا چاہیے تھا وہ اس کے برعکس رویہ اپنانے لگے۔ سوشل میڈیا پر سانحہ 9 مئی کے حوالے سے مزاحیہ اور طنزیہ پوسٹیں شیئر ہونے لگیں۔ نو مئی کے واقعات کو ایک سال گزرا تو سوشل میڈیا پر ایک بار پھر اس کے حوالے سے طنزیہ اور تضحیک آمیز پوسٹیں اور میمز شیئر ہونے لگیں۔ اگر قانون بروقت حرکت میں آیا ہوتا اور معنویت کے ساتھ حرکت میں آیا ہوتا اور ن لیگ کی حکومت نے لاتعلق سا ہو کر دہی کے ساتھ قلچہ کھانے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو منظر نامہ مختلف ہوتا۔ چھوٹے چھوٹے معاملات پر ن لیگ کریانہ سٹور کھول کر بیٹھ جاتی ہے۔ جب سپریم کورٹ میں ججز کی تعیناتی کے حوالے سے ایک اصولی موقف معاشرے میں اور وکلا تنظیموں میں قبولیت پا چکا تھا کہ سینیارٹی کو مدنظر رکھا جائے تو ن لیگ کے وزیر قانون نے اس موقف سے کیوں انحراف کیا؟ بعد میں معذرت کر لینے سے کریانہ سٹور کو تو بھلے کچھ نہ ہوتا ہو معاشرے کو خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ تحریک انصاف کا رویہ ن لیگ کے سامنے تھا۔ ماضی قریب میں خود تحریک انصاف نے بائیس لاکھ ووٹ لینے والی تحریک لبیک پر پابندی عائد کی تھی۔ شیخ رشید صاحب نے بڑے طنطنے سے فرد جرم مرتب کی تھی۔ اگر شیخ رشید کی مرتب کردہ فرد جرم کی دستاویز کو معتبر مان لیا جائے تو نو مئی کی مرتب کردہ فرد جرم تو کہیں زیادہ سنگین ہے۔ اگر تحریک انصاف تحریک لبیک پر پابندی لگانے کا فیصلہ کر سکتی ہے تو نو مئی کے واقعات پر ن لیگ ایسا کوئی فیصلہ کیوں نہ کر سکی؟ مسلم لیگ نے اب آ کر یہ فیصلہ کیا ہے جب سپریم کورٹ سے مخصوص نشستوں پر تحریک انصاف کو ریلیف ملا ہے۔ اب اچانک جو ''غیرت ایمانی'' جاگی ہے تو اس کا شان نزول کیا ہے؟ ''یہ غیرت ایمانی'' اس وقت کیوں نہیں جاگی جب شہداء کی یادگاروں کو آگ لگائی جا رہی تھی اور ان کی بے حرمتی ہو رہی تھی۔ اپنی ذات تک حدت پہنچی تو ن لیگ بھڑک اٹھی، جب تپش شہداء کی یادگاروں کو سلگا رہی تھی ن لیگ مزے میں لاتعلق بیٹھی تھی۔ آج اچانک اسے یاد آ گیا کہ او ہو یہ تحریک انصاف تو بڑی شر پسند جماعت ہے۔ ملک اور یہ ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ یہ خیال 9 مئی کے فوراً بعد کیوں نہیں آیا؟ ن لیگ کی حکومت اگر ایسا کوئی فیصلہ کرتی بھی ہے تو اس کا انجام کیا ہو گا؟ ایسا نہیں ہو گا کہ حکومت ایک فیصلہ کرے گی اور شام تک ملک میں وہ فیصلہ نافذ العمل ہو چکا ہو گا۔ الیکشن ایکٹ اور آئین پاکستان کے تحت لازم ہے کہ حکومت سپریم کورٹ میں ایک ریفرنس بھیجے گی اور سپریم کورٹ اگر اس ریفرنس پر حکومت کے موقف کو درست سمجھے گی تب سیاسی جماعت پر پابندی لگے گی۔ تو کیا ان حالات میں اس ریفرنس کے کامیاب ہونے کا کوئی امکان ہے جب فل کورٹ ابھی اپنے حالیہ فیصلے میں یہ کہہ چکی ہے کہ تحریک انصاف ایک سیاسی جماعت ہے (ہے پر زور دے کر پڑھا جائے اس میں بڑی معنویت ہے) اور اسے مخصوص نشستیں دی جائیں؟ انسداد دہشت گردی کے قانون کے تحت یہ بھی لازم ہے کہ پابندی لگاتے وقت حکومت اس کا معقول جواز بھی بتائے گی۔ تو کیا یہ حکومت یہ کہے گی کہ نو مئی کے واقعات پر فیصلہ کرتے کرتے اسے ایک سال سے زیادہ کا عرصہ لگ گیا؟ کیا عدالت میں یہ موقف تسلیم کر لیا جائے گا؟ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ن لیگ کو بھی اس ریفرنس کے انجام کا معلوم ہے اور وہ صرف ایک کاؤنٹر افینسو سٹریٹیجی لا رہی ہے۔ یہ بات جزوی طور پر تو درست ہے۔ تحریک انصاف کے بیانیے کا مقابلہ معقولیت یا کارکردگی سے نہیں ہو سکتا۔ وہ غیظ و غضب کا میدان ہے اور معقولیت کا یہاں کوئی عمل دخل نہیں۔ وہاں نفرت اور پوسٹ ٹروتھ کے سوا کچھ نہیں چلتا۔ لیکن یہ بیانیہ سیاسی حد تو چل سکتا ہے کیا عدالت میں بھی چل پائے گا۔ فیصلے میں تاخیر کا پہلو بہت اہم ہے۔ تحریک انصاف سے البتہ یہ پوچھا جانا چاہیے کہ یعنی جن اقدامات کی وجہ سے تحریک انصاف کی حکومت نے تحریک لبیک پر پابندی عائد کی تھی، تحریک انصاف ان سے زیادہ سنگین اقدامات کی مرتکب ہو چکی ہے اور خود اپنے ہی قانونی اجتہاد کی زد میں ہے۔ تو کیا تحریک انصاف یہ قبول کرے گی کہ جن اصولوں کی بنیاد پر اس نے تحریک لبیک پر پابندی عائد کی تھی وہی اصول آج اس کی کمر پر کوڑے کی صورت برسائے جائیں؟ تحریک انصاف نے سیاست کو سیاست نہیں رہنے دیا۔ ہمہ جہت انتشار اور افراتفری سیاست نہیں ہوتی۔ المیہ یہی ہے کہ یہی اس کی اصل قوت ہے۔ وہ اس قوت کو چھوڑ نہیں سکتی اور ملک مزید اس رویے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ملکی معیشت کو اب ہیجان نہیں ٹھہراؤ چاہیے۔ دیکھنا اب یہ ہے کہ اس فیصلے سے ہیجان کم ہو گا یا بڑھے گا۔ نیز یہ کہ کیا یہ سلسلہ یہیں رک پائے گا یا آج جس طرح تحریک انصاف اپنے ماضی کے سیاسی اجتہاد کی زد میں آ چکی ہے اسی طرح کل کو مسلم لیگ ن اپنے آج کے سیاسی اجتہاد کی زد میں ہو گی؟

(بشکریہ روزنامہ 92؛ منگل 16 جولائی 2024ء)

امیر تنظیم اسلامی کا دورہ حلقہ لاہور شرقی

5 جولائی بروز جمعہ امیر تنظیم اسلامی پاکستان محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ نے حلقہ لاہور شرقی کا تنظیمی دورہ کیا۔ پروگرام کے مطابق ذمہ داران سے امیر محترم کی ملاقات مسجد نور باغ والی نزد ریلوے ہیڈ کوارٹر میں 3:30 بجے سہ پہر جبکہ حلقے کے تمام رفقاء سے ملاقات بعد از نماز عصر طے تھی۔ حلقہ کے ذمہ داران نے مسجد کے باہر امیر محترم کا استقبال کیا۔ وقت مقررہ پر پروگرام کا آغاز ہوا۔ امیر حلقہ جناب نور الوریٰ نے اپنے ابتدائی کلمات میں شرکاء کو اس سال سے تنظیمی اور دعوتی دوروں کو علیحدہ کرنے کے حوالے سے مرکز کے فیصلے سے آگاہ کیا۔ حلقے اور مقامی تناظیم کے ذمہ داران کے تعارف کے بعد سوال وجواب کی بھرپور نشست ہوئی۔ چائے اور نماز عصر کے لیے وقفے کے بعد پروگرام کے دوسرے حصے کا آغاز ہوا۔ گزشتہ ایک سال کے دوران تنظیم میں شامل ہونے والے نئے رفقاء کے تعارف کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا جو نماز مغرب کے بعد تک جاری رہا۔ سوال وجواب کی نشست کے اختتام پر ملتزم و مبتدی رفقاء کے لیے تجدید بیعت کا اہتمام کیا گیا۔ امیر محترم نے اپنے اختتامی کلمات میں ذمہ داران کو ہدایت دی کہ وہ اس ملاقات میں شرکت نہ کر سکنے والے رفقاء کی خیریت دریافت کرکے ان کو میرا سلام پہنچانے کا بھی اہتمام فرمالیں۔ نماز عشاء کی ادائیگی پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: نعیم اختر عدنان، ناظم نشرواشاعت حلقہ لاہور شرقی)

حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام میانوالی میں حلقہ جاتی اجتماع

حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام سہ روزہ ملتزم رفقاء کا ملک گیر حلقہ جاتی اجتماع مسجد بیت المکرم میانوالی میں 28 تا 30 جون 2024ء منعقد ہوا۔ جس میں حلقہ بھر سے 31 رفقاء نے شرکت کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم حمید اللہ خان نے ادا کیے۔ اجتماع کا آغاز بعد نماز عصر ناظم اجتماع محترم نور خان کی نظم کے حوالے سے ہدایات سے ہوا۔ پروگرام کے آغاز میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے افتتاحی کلمات کی ویڈیو چلائی گئی، جس میں فرائض دینی کے جامع تصور کا خلاصہ پیش کیا گیا، اس کے بعد محترم شادی بیگ نے اقامت دین کی فرضیت اور اس کے لیے پُرزور دعوت کے موضوع پر گفتگو کی۔ نماز مغرب کے بعد امیر نے ویڈیو خطاب کے ذریعے شہادت اور فریضہ شہادت پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔

دوسرے روز بعد نماز فجر محترم شفیع اللہ نے سورۃ الفتح اور المائدہ کی روشنی میں جبکہ اس سے اگلے روز محترم محمد گلباز نے سورۃ الشوریٰ کی منتخب آیات کے ذریعے اقامت دین کے لیے کام کرنے والوں کے مطلوبہ اوصاف بیان کیے۔ اس کے بعد محترم نور خان نے اقامت دین کی جدوجہد کرنے والی جماعت کی ہیئت ترکیبی اور تنظیمی اساس کے حوالے سے بات کی اس کے بعد محترم شفاء اللہ نے نہی عن المنکر اور محافظت حدود اللہ کے ضمن میں طاقت کے مظاہرے اور چیلنج پر گفتگو فرمائی۔ محترم عبدالرحمٰن نے نظم جماعت کی پابندی کے حوالے سے بنیادی اصولوں کے موضوع پر گفتگو کی۔ چائے کے وقفے کے بعد بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ویڈیو کے ذریعے ملکی اور بین الاقوامی حالات کے تناظر میں قرآن وسنت کی روشنی میں رفقاء تنظیم کی راہنمائی کی گئی، نماز عصر کے بعد محترم نور خان نے قرآن وسنت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق جوڑنے کے لیے دس مختلف ذرائع رفقاء کے سامنے رکھے۔ بعد نماز مغرب بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ویڈیو کے ذریعے ''بداء الاسلام'' کی دو حقیقتیں یعنی قرآن وسنت اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے رفقاء میں جہاد فی سبیل اللہ کا نیا جذبہ پیدا کیا گیا۔

تیسرے روز مولانا عامر صاحب نے اطاعت امر اور تنازع فی الامر کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد محترم عبدالرحمٰن کی میزبانی میں ایک تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا، جس میں انفرادی دعوت کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیتے ہوئے دعوت کا کام کماحقہ نہ ہونے کی وجوہات کا جائزہ لیا گیا۔ اور شرکاء کو مذکورہ موضوع پر اپنی آراء پیش کرنے کا بھرپور موقع دیا گیا۔ چائے کے وقفے کے بعد محترم عبدالرحمٰن نے اپنے لیکچر میں بتایا کہ جہاد سے اعراض کی صورت میں لاحق ہونے والے مرض یعنی نفاق کا علاج انفاق سے کیسے ممکن ہے۔ آخر میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کی طرف سے اختتامی کلمات ویڈیو کی صورت میں سماعت کروائے گئے۔ اجتماع کے اختتام پر امیر حلقہ نے تمام رفقاء خصوصاً میانوالی کے رفقاء کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کیا، جنہوں نے اس سخت گرمی کے موسم میں تمام انتظامات بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمام رفقاء کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین!

(رپورٹ: ہارون شہزاد ناظم نشرواشاعت حلقہ سرگودھا)

امیر حلقہ ملاکنڈ کا ضلع سوات اور شانگلہ کا دوروزہ تنظیمی ودعوتی دورہ

تنظیم اسلامی حلقہ ملاکنڈ کے امیر محترم ممتاز بخت نے ضلع سوات اور شانگلہ کا دوروزہ تنظیمی ودعوتی دورہ کیا۔ دورہ میں شوکت اللہ شاکر (ناظم دعوت مقامی تنظیم بٹ خیلہ)، حبیب علی (امیر مقامی تنظیم سوات) اور محسن علی (مبتدی رفیق) ان کے ہمراہ تھے۔ 12 جولائی بروز جمعہ علی الصبح چار افراد پر مشتمل قافلہ غالیگے (سوات) سے اپنی منزل کی جانب روانہ ہوا۔ ساڑھے دس بجے بشام پہنچے، جہاں مبتدی رفیق محترم حزب الرحمٰن سے ان کے آفس میں ملاقات ہوئی۔ موصوف ایک کمرشل بینک میں اہم عہدے پر فائز ہیں اور کھاتے داروں کو سود کی شناعت وقباحت سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ سودی اکاؤنٹس ختم کرانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ اگلا پڑاؤ پورن کا گاؤں چوگا تھا، جہاں بشام سے براستہ چکلیسر، چوگا پہنچے۔ جہاں ملتزم رفیق حاجی حضرت رحمان رفقاء واحباب کے ہمراہ چشم براہ تھے۔ نماز عصر کے بعد جامع مسجد میں امیر حلقہ نے ''دین اور فرائض دینی کے جامع وہمہ گیر تصور'' پر خطاب کیا۔ بعد ازاں چوگا بازار میں لوگوں سے انفرادی ملاقات کی اور بعد نماز مغرب ہونے والی دعوتی نشست میں شرکت کی دعوت دی۔ نماز مغرب کے بعد راقم نے ''منہج انقلاب نبوی'' پر خطاب کیا۔ اگلے روز نماز فجر کے بعد امیر حلقہ نے سورۃ الحج کے آخری رکوع کے درس کی ذمہ داری ادا کی۔ تینوں اجتماعات میں شرکاء کی اوسط حاضری 30 تا 35 رہی۔ چوگا کے رفقاء واحباب سے طویل نشست میں اسرہ کے قیام، اجتماعات، حلقہ قرآنی، گھریلو اسرہ اور انفاق کا جائزہ لیا گیا اور ضروری مشاورت ہوئی۔ بونیر کے راستے واپسی پر، کئی رفقاء واحباب سے ملاقات ہوئی اور حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے رفیق محترم فضل وہاب کی وساطت سے، پاچا کلے (بونیر) میں ایک ایسے دعوتی پروگرام میں شرکت اور خطاب کا موقع ملا جس میں موصوف نے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو مدعو کیا تھا۔ یہاں ایک گھنٹہ دورانیہ پر مشتمل دو خطابات، بعنوان ''دین کا جامع تصور'' اور ''منہج انقلاب نبوی'' کا موقع ملا جس کی ذمہ داری بالترتیب راقم اور امیر حلقہ ملاکنڈ نے نبھائی۔ شرکاء میں اکثر احباب کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا۔ آخر میں سوال وجواب کی نشست ہوئی جسے محترم حبیب علی نے بطریق احسن کنڈکٹ کیا۔ ظہرانہ کے بعد براستہ کڑاکڑ، بریکوٹ پہنچے۔ جہاں سے رفقاء اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہماری مساعی کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

(رپورٹ: شوکت اللہ شاکر ناظم دعوت مقامی تنظیم بٹ خیلہ)

The Fruit of Our Democracy

Siddique ur Rehman

Masters of the kingdom are as perplexed as are their slaves in this state of dumb compounded confusion. Democracy itself will feel ashamed of its pitied state of derogation. The practices of the last seven and a half decades left it in such shambles that no one is ready to own it today.

Democracy by definition and its origin can never be a solution to the problems of a Muslim community and particularly when it's as polarized as Pakistan. A people who are different to each other in every realm of life can only be united by Islam but unfortunately, we as a nation have lost that lofty ideal.

To be honest democracy in its pristine form has never been the intention of its masters. They use it as an illusion to distract the nation from going the path of Islam. From the very inception of Pakistan against the stated will of the founding fathers, *"Pakistan Ka Matlab Kya? La Ilaha Illalah"* this nation has been allured to establishing democracy instead of Islam. To keep the nation grope in darkness it has been sometimes administered the soporific drug of sham elections and sometimes the electric shocks of military dictatorship.

The nation has been fooled by the slogans of *"Roti, Kapra, Makan"* and *"Nizame Mustafa"* or by chanting the songs of *"Naya Pakistan"*, *"Vote ko Izzat do"* and *"Haqiqi Azadi"*. All have trodden the path of their foreign masters and all have contributed in distancing the people from their true ideals.

Today we are at the brink of economic default but morally, religiously, politically and as a social unit we have defaulted long ago. There is not a single institution which has the trust of the nation. Every institution has instead so much disappointed the masses that no one is ready to trust anyone.

We are divided into so many entities that it is now impossible to recognize who in fact we are. Everyone is wrestling with everyone. The struggle to accumulate more and more even at the expense of others' lives, we are digging our mass grave. This is the fruit of democracy that we reap today.

<u>About:</u> The author is a Rafiq of Tanzeem e Islami

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت
کے بیان پر جامع تالیف

بانی تنظیم اسلامی
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

عام ایڈیشن — قیمت 50 روپے
خاص ایڈیشن — قیمت 100 روپے

جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی تالیف
کا مطالعہ کیجئے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501
e-mail:maktaba@tanzeem.org

Vol: 33 Regd. No. C.P.L NO.114 No.28

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore